یا اللہ جل جلالہ　　بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم　　یارسول اللہ ﷺ

فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

غدا مذهب النّعمان خير المذاهب　　كالقمر الوضّاح خير الكواكب
تفقّه فی خير القرون مع التّقیٰ　　فمذهبه لا شكّ خير المذاهب

اصدق المقال

فی کف الإزار و الاکمام و الاذیال

وجزاء الاسبال

کفِ ثوب اور اسبال احادیث اور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے اقوال کی روشنی میں

تراب اقدام الاولیاء
فقیر سید عبدالحق شاہ حنفی ترمذی سیفی
دامت برکاتہم العالیہ

شعبہ نشر واشاعت، جامعہ امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن ۱۰ نمبر، کراچی

نام کتاب: اصدق المقال فی کف الإزار و الاکمام و الاذیال وجزاء الاسبال
مصنّف: فقیر الحاج سید عبدالحق شاہ سیفی ترمذی
باہتمام: پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ الحاج مفتی سید احمد علی شاہ سیفی
نظر ثانی: شیخ الحدیث علامہ مولانا محمد روشن صدیقی حسینی کوکاروی
ترتیب کنندہ: حضرت علامہ مولانا محمد عزیر حنفی سیفی
تعدادِ طباعت: ایک ہزار
کمپوزر: علامہ ڈاکٹر محمد افضل سیفی
ناشر: شعبہ نشر واشاعت: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
فقیر کالونی نمبر 10 اورنگی ٹاؤن کراچی۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ الذی رفع اھل الحق ووضع اھل الباطل واحق الحق وابطل الباطل والصّلوٰۃ والسّلام علی نبینا وسیّدنا وسندنا ووسیلتنا فی الدارین محمّد النبی المکمل الاکمل وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ جاھدوا لاحقاق الحق وابطال الباطل ورفعوا الحق ووضعوا الباطل وعلٰی التابعین الذین ناظروا لاظھار الحق واخفاء الباطل وعلٰی مَن تبعھم الذین لایخافون لومۃ لائم فی احقاق الحق الراسخ وابطال الباطل الزائل اللّٰھمّ انا نسئلک الفتح والغلبۃ فی المناظرات مع اھل الباطل بجاہ الرسول الاکمل امابعد!

حمد وثناء اور صلوٰۃ کے بعد، یہ بات کسی بھی سلیم العقل اور سلیم الفطرت شخص سے پوشیدہ نہیں کہ آج جتنا مشکل اور تکلیف دہ وقت دین اور دین والوں پر آچکا ہے چشمِ فلک نے شائد ہی اتنے درد اور کرب والے لمحات پہلے کبھی دیکھے ہوں۔ آج کفر اور اس کے کارندے پوری تیاری اور منصوبہ بندی کے ساتھ مسلح ہو کر تاجدارِ کائنات ﷺ کے لائے ہوئے دینِ فطرت کے خلاف اور مسلمانوں کی رہی سہی عزت کو بھی اپنے ناپاک قدموں تلے روندنے کے لئے میدان میں اتر چکے ہیں۔ محسن کائنات آقائے دوعالم ﷺ کے خاکے شائع کر کے مسلمانوں کے ایمان اور جذبات کو ٹھیس پہنچائی جارہی ہے۔ کائنات کی سب سے سچی اور محفوظ کتاب قرآن مجید کی توہین کر کے اہل ایمان کی غیرت کو للکارا جارہا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں صلیبی جنگ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر کے مسلمانوں کے املاک، عزت وآبرو کو پامال کیا جارہا ہے۔ مختلف این جی اوز کی صورت میں اپنے گماشتوں کے ذریعے غریب اور پس ماندہ علاقوں میں مسلمانوں کو عیسائیت اور قادیانیت کی طرف پھیرنے کے لئے تحریک بڑے زور وشور سے چلائی جارہی ہے۔

تو ایسے پُرفتن اور فساد کے دور میں ہم سب پر لازم ہے کہ اللہ کے محبوب اور مقرب بندوں

کا دامن تھام لیں اور اپنے دین ومذہب، جو کہ فقہ حنفی ہے، پر کماحقہ عمل کریں۔

خادمِ اولیاء واصفیاء، فقیر الحاج عبد الحق شاہ سیفی عرض کرتا ہے کہ استدلال کرنے والا مجتہد ہوگا یا مقلد۔ اگر مجتہد ہوگا تو وہ استدلال کرے گا قرانِ مقدس سے یا سنتِ رسول ﷺ سے یا اجماع یا قیاس سے جو ان تمام سے مستنبط ہے اور اس کی تفصیل اصولِ فقہ شریف میں مذکور ہے اس کو بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے اور اگر استدلال کرنے والا مقلد ہو تو اس کی دلیل اپنے مجتہد کا قول ہوگی۔ جیسا کہ صاحب کشف المبہم نے صفحہ ۱۱ پر اپنے اس قول میں لکھا ہے : ''**واما المقلد فمسندہ قول مجتھدہ (الخ)** ترجمہ : اور جو مقلد ہے تو اس کا استدلال اپنے مجتہد کا قول ہوگا۔

شرح طریقہ محمدیہ (ج۱ ص ۶۵) کے مؤلف لکھتے ہیں : **ولذا کان دلیل المقلد ھو قول المجتھد الخ** ایضاً ج۱ ص ۲۵۴، ج۱ ص ۱۴۷، ج۲ ص ۱۰۱ میں بھی ایسا ہی ذکر ہے (ترجمہ) اور اس لئے کہ مقلد کی دلیل مجتہد کا قول ہے۔

جب تمہیں مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوا کہ مقلد کی دلیل صرف اور صرف اپنے مجتہد کا قول ہوتا ہے، پس جاننا چاہیئے کہ اگر تعارض تمہیں معلوم ہو جائے نص اور فقہاء کے قول کے درمیان تو مقلد کی دلیل فقہاء کا قول ہے کیونکہ ان کا وہ قول نہ نص سے ہوگا اور نہ وہ اپنے علم کے مطابق نص سے استنباط کرے گا کیونکہ احکامات کا نصوص سے نکالنا مجتہد کا کام ہے نہ کہ مقلد کا کیونکہ اگر کوئی نص ہو تو اس نص کی دوسری نص معارض ہوگی یا اس کے لئے کوئی تاویل یا تخصیص ہوگی، یا اس کے لئے کوئی ناسخ وغیرہ ہوگا اس قبیلہ سے جو خاصہ مجتہد کا اور مقلد کے خیال کی رسائی اس کی طرف ممکن نہیں ہے تو یہ نص کے مقابل میں رائے پر عمل کرنا ہے جیسا کہ بریقہ شرح طریقہ محمدیہ نے اپنے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں : **ولذا کان دلیل المقلد ھو قول المجتھد لا النصوص اذ استخراج الاحکام منھا لیس الا منصب المجتھد وقد قالوا اذا تعارض النص وقول الفقھاء یؤخذ بقول الفقھاء اذ یحتمل کون النص اجتھادیا ولہ معارض قوی وتاویل**

وتخصیص وناسخ وغیرها مما یختص بمعرفته المجتهد وان ذالک کالرائے فی مقابلة النص الخ۔

ترجمہ: ”اور مقلد کی دلیل مجتہد کا قول ہوتا ہے نہ کہ نصوص کیونکہ احکامات کا نکالنا یہ مجتہد کا مرتبہ ہے نہ کہ دوسرے کا، اس لئے کہا گیا ہے کہ جب نص اور فقہاء کے قول کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو فقہاء کا قول لیا جائے گا۔ کیونکہ نص اجتہادی یا اس کے مقابل میں قوی دلیل ہو یا وہ تاویل کے باب سے ہو یا تخصیص اور ناسخ کے قبیل سے ہو وغیرہ تو اس کا جاننا مجتہد کا کام ہے یہ اس کے ساتھ خاص ہے اگرچہ ان کی رائے مقابل نص میں واقع ہو۔“ (بریقہ ج ا ص ۶۵)

اور اسی مؤلف بریقہ نے ذکر کیا ہے : **وکان احتجاج المعترض بالحدیث والکتب الضعیفة کان رایا فی مقابلة النص وترجیح المرجوح علی الراجح وقد کان دلیل المقلد هو قول من قلده لاغیر فالاحتجاج بالنص هو منصب الاجتهاد الخ۔**

ترجمہ : ”اور جب احتجاج معترض کا حدیث سے ہو اور کتب ضعیفہ سے اور رائے نص کے مقابلہ میں ہو اور مرجوح کی راجح پر ترجیح ہو تو مقلد کی دلیل اسی کی ہوگی جس کی وہ تقلید کرتا ہے کیونکہ احتجاج نص کے ساتھ اجتہاد کے قبیل سے ہے۔ (بریقہ ج ۲ ص ۱۰۱، وایضاح ا ص ۷ ۱۴، ص ۹۱)

آگے لکھتے ہیں: ”**وان ادلة المقلدلیست الا قول المجتهد لهذا اذا ظهر التعارض بین اقوال الفقهاء وبین آیات وحدیث فیقدم قول الفقهاء لان معرفة علی وجه التحقیق المجتهد فلعل لتلک الآیة مثلاً معارضاً او مخصصا او تاولاً او ناسخاً اطلع علیه المجتهد ولم تطلع انت۔**

ترجمہ: اور کیونکہ مقلد کے دلائل مجتہد کے دلائل کی طرح نہیں ہو سکتے بلکہ وہ مجتہد کا قول ہوتا ہے اس لئے جب اقوال فقہاء اور آیات وحدیث کے درمیان تعارض پیدا ہو جائے تو فقہاء کے قول کو مقدم رکھو گے کیونکہ اس کا جاننا اور تحقیق مجتہد کے لئے ہے تو شاید وہی آیت معارض ہوگی یا مخصص یا

اس میں تاویل ہوگی یا اس کے لئے ناسخ ہوگی جب کہ مجتہد کو اس پر اطلاع مل گئی ہوگی اور تمہیں اس کی اطلاع نہ ہو۔“ (بریقہ ج ا ص ۲۵۴)

اور مقلد اپنے مجتہد کے قول سے خروج نہیں کرے گا جیسا کہ اس کو امام شعرانی نے اپنی میزانِ شعرانی میں ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں : **ومن شان المقلد ان لا یخرج عن قول امامه۔**

ترجمہ: مقلد کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے امام کے قول سے نہ نکلے اور مقلد پر واجب ہے کہ وہ اپنے مجتہد کے قول پر اعتراض نہ کرے اور اس پر جزماً یقین رکھے کہ وہ اپنے ربّ کی طرف سے ہدایت پر ہے۔ (میزان شعرانی ص ۱۳)

اور اسی بات کو امام شعرانی نے اپنی کتاب میزان الکبریٰ میں لکھا ہے : **فیجب علی کل مقلد ان لا یعترض علی قول مجتهد الی ان قال وکذالک یجب علیه الاعتقاد الجازم بان ذالک الامام علی هدی من ربه فی ذالک۔ (میزان الکبریٰ ج ا ص ۵۹)**

تو ہر مقلد پر واجب ہے کہ وہ مجتہد کے قول پر اعتراض نہ کرے آگے لکھا ہے کہ اور اس طرح اس چیز پر پختہ یقین رکھنا واجب ہے کہ وہ امام اس مسئلہ میں اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہے۔

آگے امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مزید لکھا ہے : ”**فاعتقادک یا اخی الصحة فی کلام ائمة الهدی واجب علیک الخ۔**“

ترجمہ: تو اے میرے بھائی، ہدایت کے اماموں کے کلام کی صحت پر یقین رکھنا تم پر واجب ہے اور مقلد کو یہ جائز نہیں کہ وہ مجتہد کے قول میں الجھے۔ (میزان الکبریٰ ج ص ۶۲)

اور اسی بات کو مؤلف تفسیرات احمدیہ لکھتے ہیں : **ولیس للمقلد ان ینازع المجتهد فی حکمه۔** (تفسیراتِ احمدیہ ص ۲۰۹)

اور مقلد کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مجتہد کے قول میں جھگڑے اور کسی مقلد کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مجتہد کو خطاوار ٹھہرائے اور نہ ان کے کلام میں طعن کرے کہ وہ اللہ کی شریعت کو اچھی طرح

جانتے ہیں اور اللہ نے ان کا حکم ماننا لازم کیا ہے (کہ وہ اولوالامر میں داخل ہیں) پس جس نے کسی مجتہد کی طرف خطاء کی نسبت کی تو اس نے گویا شارع علیہ السلام کی طرف خطاء کی نسبت کی کیونکہ شارع نے اس کے حکم کو ثابت کیا ہے ۔

اور اسی بات کو صاحب میزان شعرانی نے اپنی کتاب ''میزان الکبریٰ'' میں یوں لکھا ہے :

لا ینبغی لاحد قط ان یخطئ مجتھد او یطعن فی کلامه لان الشرع الذی ھو حکم اللہ تعالیٰ قد قدر حکم المجتھد فصار شرع للہ تعالیٰ بتقریر اللہ تعالیٰ ایاہ فکل من خطأ مجتھدا بعینه فکانه خطأ الشارع فیما قررہ حکماً الخ۔

ترجمہ : کسی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی مجتہد کو مخطی سمجھے یا اس کے کلام میں طعن کرے کیونکہ وہ شرح اللہ کا حکم ہوتا ہے تو مجتہد کا قول قرار پایا گیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی تقریر شرع اللہ کا ہوا خاص اس لکے لئے تو مجتہد کو بعینہ خطا وار سمجھا تو گویا اس نے شارع کو خطاء وار سمجھا اس نے اس کے حکم کو مقرر کیا ہے ۔ (میزان ص ۲۶)

تقلید اور فقہ حنفی کی ضرورت اور اہمیت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر میں

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقہ حنفی کی تقلید خود بھی کی اور مریدین ومحبین کو بھی اس امر پر کار بند رہنے کا حکم دیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ مذہب مقامات نبوّت کا حامل ہے اور امت کی ایک کثیر تعداد اس سے وابستہ ہے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مریدین کو نصیحت کرتے ہوئے مکتوب ۲۸۶ دفتر اول میں یوں رقم طراز ہیں : جس طرح کتاب وسنت کے مطابق اعتقاد رکھنا ضروری ہے اسی طرح کتاب وسنت پر اس طریقہ کے مطابق جو ائمہ مجتہدین نے ان سے استنباط فرمایا ہے اور ان سے حلال وحرام، فرض وواجب، اور سنت ومستحب اور مکروہ ومشتبہ احکام پر عمل کرنا اور ان کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے اور مقلدین کو اس امر کی اجازت نہیں کہ مجتہد کی

رائے کے خلاف از خود ہی کتاب وسنت سے احکام اخذ کرتا پھرے اور ان پر عمل کرے ۔عمل میں اپنے مجتہد کے مذہب میں جس کا تابع ہے قول مختار کو اختیار کرے اور رخصت سے بچتے ہوئے عزیمت پر عمل کرے ۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خطا کی صورت میں بھی مجتہد کی تقلید کو لازم قرار دیتے ہیں، چنانچہ دفتر اول مکتوب ۳۱ میں اپنے عزیز کو یوں نصیحت فرماتے ہیں ''تقلید اول (اہل کشف) برتقدیر احتمال خطا جائز نباشد وتقلید ثانی (المجتہد) برتقدیر احتمال خطا جائز است ۔'' یعنی اہل کشف کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں جائز نہیں ہے اور مجتہد کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں بھی جائز ہے ۔'' آپ دفتر سوم مکتوب ۲۲ میں ملا مقصود علی تبریزی کو لکھتے ہیں : ''برمجتہد چہ جائے اعتراض است کہ خطاء او رانیز یک درجہ ثواب است وتقلید او اگرچہ خطا کند موجب نجات است'' یعنی ''اور مجتہد پر کیا اعتراض کہ اس کی غلطی بھی ایک ثواب کا درجہ رکھتی ہے اور اگرچہ وہ خطا کر جائے پھر بھی اس کی تقلید نجات کا سبب ہے ۔'' امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اولیاء اللہ اور صوفیا باوجود اپنی عظمت و بزرگی کے، تقلید کے مکلف ہیں ۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے بچوں کے نام مکتوب ۵۵ دفتر دوم میں لکھتے ہیں : ''ارباب ولایت خاصہ اور عام مؤمنین مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں ۔کشف اور الہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی اور وہ تقلید سے باہر نہیں نکل سکتے ۔ ذوالنون مصری، بایزید بسطامی، جنید بغدادی، اور شبلی رحمہم اللہ احکام اجتہادی میں مجتہدین کی تقلید کرنے میں زید، عمر، بکر اور خالد کے ساتھ جو کہ عام مؤمنین ہیں، برابر ہیں ۔'' امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چونکہ حنفی المسلک تھے اس لیئے اپنے مکتوبات اور دیگر تصانیف میں جابجا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں توصیفی کلمات لکھتے ہیں ۔ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مکتوب ۵۵ دفتر دوم میں راقم ہیں :

''حاسدوں اور بیہودہ اور فاسد نظریوں پر ہزار ہا افسوس ہے، فقہ کے بانی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں، اور فقہ کے تین چوتھائی حصے آپ کو مسلم ہیں اور باقی چوتھائی حصہ میں باقی ائمہ سب شریک ہیں ۔فقہ میں صاحب خانہ آپ رحمہ اللہ ہیں اور باقی سب ان کے اعیال ۔ باوجود اس مذہب کے

التزام کے مجھے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت ذاتی ہے اور میں ان کو بزرگ جانتا ہوں اسی واسطہ سے بعض اعمال نافلہ میں اس کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں ۔لیکن کیا کروں کہ دوسرے لوگ باوجود کمال علم وان کے تقویٰ کے امام صاحب رحمہ اللہ کے آگے بچوں کی طرح نظر آتے ہیں ۔''اسی مکتوب میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں : ''مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است کہ بہ برکت فروع و تقویٰ و بدولت متابعت سنۃ درجہ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است دیگر ان درفہم آن عاجز و قاصر اند'' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سی ہے ،جنہوں نے ورع وتقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط میں وہ درجہ بلند حاصل کیا ہے جس کو دوسرے لوگ سمجھ نہیں سکتے ۔''بعد میں فرمایا : ''امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہ جس نے ان کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ حاصل کیا ہے ،فرمایا ہے کہ الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفۃ ۔ فقہاء سب ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عیال ہیں ۔امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ جیسے مذہب حنفی کے تقلید کرنے والے بلکہ اپنے ساتھ جڑے ہر اس شخص کو مذہب حنفیہ کا پابند ہونے کی تلقین کرتے ہیں جو ان کا مرید ہے یا ان سے محبت رکھتا ہے ۔خود بھی ایک سرے بھی مذہبِ حنفیہ کے اقوال سے عملی اختلاف نہیں کیا ،اس بات کی شہادت ایک مکتوب شریف میں موجود ہے : مکتوب ۲۹ دفتر اول :

''وہ پانی جس سے ازالہ حدث کیا گیا ہو یا بہ نیت عبادت وثواب وضو کے لئے استعمال کیا گیا ہو لوگوں کے لئے اس کا پینا جائز قرار نہ دیں ۔کیونکہ یہ پانی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک نجاست غلیظہ کا حکم رکھتا ہے ۔ہاں وضو سے بچے ہوئے پانی کو انہوں نے شفاء کہا ہے ۔اگر عقیدت کے طور پر کوئی طلب کرے تو وضو سے بچے ہوئے پانی میں سے دیں ۔اس فقیر کو ایک دفعہ دہلی میں یہ آزمائش پیش آئی ،بعض دوستوں کو خواب میں حکم دیا گیا کہ وہ فقیر کے وضو کا مستعمل پانی پیئیں ورنہ ضرر عظیم لاحق ہوگا ۔ہر چند اس سے باز رہنے کی کوشش کی لیکن نتیجہ نہ نکلا ۔کتب فقہ کی طرف رجوع کیا تو خلاصی کی ایک صورت نکل آئی کہ اگر تین بار اعضاء دھو لینے کے بعد چوتھی بار بغیر نیت عبادت

اعضاء پر پانی پھیر دیں تو وہ مستعمل نہ ہوگا ۔اس حیلہ سے بے نیت قربت اعضاء پر پانی چلا کر اسے پینے کے لئے دیا ۔امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فقہ حنفی کی عظمت کو اپنے کشف کی بنا پر مکتوب ۵۵ دفتر دوئم میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں : بغیر تکلف کہا جا سکتا ہے کہ کشف کی نظر سے اس مذہب کی نورانیت بہت بڑے دریا کی طرح دکھائی دیتی ہے ۔اور باقی مذاہب حوضوں اور نہروں کی مانند نظر آتے ہیں اور ظاہر کی نظر سے دیکھیں تب بھی یہی سب کچھ دکھائی دیتا ہے کہ مسلمانوں کا سواد اعظم امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب پر ہے ۔''مکتوب ۲۸۲ دفتر اول میں فرماتے ہیں : ''اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالاتِ نبوت کا منسب فقہ حنفی کے ساتھ ہے ۔اگر بالفرض محال اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا ۔اس وقت حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے اس سخن کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی جو انہوں نے فصول ستہ میں نقل کیا ہے ۔کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے ۔بظاہر یہ بات بڑی عجیب ہے مگر مکتوب ۵۵ دفتر دوم میں اس کی تشریح کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں'' اور یہ خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فصول ستہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے ،ممکن ہے کہ اسی مناسبت کے باعث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ لکھا ہے ۔یعنی روح اللہ کا اجتہاد حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اجتہاد کے موافق عمل ہوگا ۔نہ یہ کہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیونکہ روح اللہ علیہ السلام کی شان اس سے برتر ہے کہ علماء امت کی تقلید کریں ۔امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فقہ حنفی سے گہری دلچسپی تھی ۔ان کتب کا نہ صرف خود مطالعہ فرماتے بلکہ مریدین کو بھی مطالعہ کی تلقین فرماتے ۔علم فقہ کے مقابلے میں باقی تمام علوم کو ہیچ سمجھتے تھے ۔مکتوب ۸ دفتر اول میں اپنے پیر و مرشد سے اپنی خواہش بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ''اور علماء وطلباء سے بہت محبت

پیدا ہوگئی ہے اور ان کا طریقہ اچھا معلوم ہوتا ہے اور آرزو کرتا ہوں کہ ان لوگوں کے گروہ میں ہوں اور تلویح کے مقدمات اربعہ سے طالب علمی کے وقت سے مباحثہ کیا کرتے تھے اور کتاب ہدایہ فقہ کا بھی ذکر ہوتا ہے ۔مکتوب ۲۹ دفتر اول میں کتب فقہ کی کتب تصوف پر فوقیت کا ذکر کر کے ان کے مطالعہ کی اہمیت کا احساس دلاتے ہیں ۔شیخ نظام تھانیسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لکھتے ہیں : پس چاہیئے کہ جس طرح آپ کی مجلس میں کتب تصوف کا ذکر رہتا ہے، اسی طرح فقہ کی کتابیں فارسی میں بہت ہیں ۔مثلاً مجموعہ خانی، عمدۃ الاسلام، اور کنز خاری وغیرہ کتب تصوف اگر نہ بھی مذکور ہوں تو کچھ خوف نہیں کیونکہ وہ احوال سے تعلق رکھتی ہیں اور قال میں نہیں آتی اور کتب فقہ کے مذکور نہ ہونے میں ضرر کا احتمال ہے ۔مکتوب ۲۴۴ میں فرماتے ہیں : ''عقائد کے درست کرنے کے بعد احکام فقہ کا سیکھنا ضروری ہے اور فرض و واجب حلال اور حرام سنت و مندوب و مشتبہ و مکروہ کے جانے بغیر چارہ نہیں ہے اور ایسا ہی اس علم کے موافق عمل کرنا بھی ضروری ہے ۔فقہ کی کتابوں کا مطالعہ ضرور کریں اور اعمال صالحہ کے بجالانے میں بڑی کوشش مدنظر رکھیں ۔مکتوب ۴ دفتر دوئم میں فرماتے ہیں : مطالعہ کتب فقہ از دست نہ دہد و نشر احکام از شریعت فرماید و بمتابعت سنۃ سنیہ ترغیب کند واز بدعت تحذیر نماید۔'' یعنی فقہ کی کتب کا مطالعہ نہ چھوڑیں اور احکام شریعت کو پھیلائیں ۔اور سنت نبویہ ﷺ کی ترغیب دیں اور بدعات سے لوگوں کو ڈرایا جائے ۔فقہ کی فارسی کتابیں ترغیب الصلوٰۃ و تیسیر الاحکام وغیرہ ہر وقت اپنے پاس رکھیں ۔اور مسائل شرعیہ کو ان میں سے دیکھ کر ان پر عمل کریں ۔ان تمام مکاتیب میں امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقہ کی اہمیت اور مطالعہ کی اہمیت دلائی ۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پوری عزیمت سے فقہاء کبار کے مختار اور مفتیٰ بہ قول پر عمل کرتے تھے اور ایسا عمل جس میں کچھ جواز اور کچھ کراہت کا پہلو فقہاء بیان کرتے تو آپ کراہیت کے پہلو کو ترجیح دے کر اس پر عمل نہ کرتے اور فرماتے کہ اگر جواز و عدم جواز اور حل و حرمت کا اختلاف ہو جائے تو جانب عدم جواز اور جانب حرمت کو ترجیح دینی چاہیئے ۔جیسے مکتوب ۳۱۳

میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا : ''گوئیم اگر تعارض در جواز و عدم جواز و حل و حرمت واقع شود ترجیح بجانب عدم جواز است و جانبہ حرمت را۔'' میں کہتا ہوں کہ اگر کسی مسئلہ میں فقہاء کے درمیان جواز و عدم جواز اور حلال و حرام کا تعارض واقع ہو جائے تو عدم جواز کے پہلو کو ترجیح دی جائے ۔بعض علماء کے نزدیک سنت اور دوسروں کے نزدیک بدعت ہو تو اس کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں : **اذا تردد الحکم بین سنۃ و بدعۃ کان ترک السنۃ راجحاً علی فعل البدعۃ۔**

(ردالمحتار ج ۱ ص ۴۵۰)

اور امام اہل سنت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ ج ۳ ص ۶۸۴ میں سنت اور مکروہ میں تعارض کی صورت میں ترک ہی اولیٰ سمجھتے ہیں ۔اور علماء کو اپنے مذہب کے مفتیٰ بہ قول کے خلاف فتویٰ دینا اور عمل کرنا بغیر اشد ضرورت صحیح نہیں ہے ۔لہٰذا علماء وقت کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو اپنے مذہب سے آگاہ کریں اور مذہب کی کتابیں پڑھیں اور پڑھائیں ۔خصوصاً صوفیانِ وقت کو درکار ہے کہ اپنے اپنے حلقوں میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح اپنے مریدین کو بھی فقہ حنفی کے پابند رہنے کی تلقین کریں ۔

اب ہم اپنے اصل مقصد کی طرف آتے ہیں ۔اور وہ یہ ہے کہ مسلمان کی کامل نجات دو چیزوں پر موقوف ہے:

(۱) امتثالِ اوامر (یعنی اوامر فرائض، واجبات اور سنن مؤکدہ کو بجالانا)۔

(۲) اجتناب عن النواھی (یعنی منکرات و معاصی سے پرہیز کرنا)۔

پھر منکرات اور گناہوں کی دو قسمیں ہیں، ظاہری گناہ اور باطنی مخفی گناہ، اور دونوں کا چھوڑنا نجات کے لئے ضروری ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : **وذروا ظاھر الاثم و باطنہ** (پارہ ۸، سورۃ الانعام، آیت ۱۲۰) یعنی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے گناہوں کو چھوڑ دو ۔البتہ بعض وجوہ کے اعتبار سے ظاہری

گناہ بہ نسبت باطنی گناہ کے زیادہ خطرناک ہیں، اس لئے ان کے چھوڑنے میں پہلے خوب اپنی ہمت استعمال کرنی چاہیئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: **کل امتی معافی الا المجاھرین۔**

یعنی میری پوری امت لائق عفو ہے مگر وہ جو ظاہری گناہ کرتے ہیں۔ (بخاری ۲:۸۹۶)

وہ اس لائق ہی نہیں کہ ان کو معاف کر دیا جائے۔۔۔اس سے معلوم ہوا کہ ظاہری گناہ مخفی گناہ کی نسبت زیادہ شدید ہے۔

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے بھی رمضان المبارک میں روزہ چھوڑ کر جہراً کھانے پینے والے کو واجب القتل قرار دیا ہے۔

قال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالىٰ :ولو أكل عمداً شهرةً بلا عذر يقتل وتمامه فى شرح الوهبانية۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ :قوله :وتمامه فى شرح الوهبانية) قال فى الوهبانية:

ولو أكل الانسان عمداً وشهرة ولا عذر فيه قيل بالقتل يؤمر

قال الشرنبلالى رحمه الله تعالىٰ :صورتها :تعمد من لا عذر له الأكل جهاراً يقتل لانه مستهزئ بالدّين او منكر لماثبت منه بالضرورة، ولا خلاف فى حلّ قتله والامر به فتعبير المؤلف بقيل ليس بلازم الضعف اهـ ح (الشامية ۳/۴۴۹، ط، رشیدیہ کوئٹہ)

اس سے بھی پتہ چلا کہ جہری گناہ بہت سنگین گناہ ہے، گویا بزبانِ حال یہ شخص اعلانیہ دین کا مذاق اڑاتا ہے یا دین کے مسئلہ کا انکار کر رہا ہے۔

قارئین کرام :ان سنگین اور جہری گناہوں میں سے جس طرح رمضان المبارک میں روزہ چھوڑ کر کھلے عام کھانا پینا اور ڈاڑھی منڈوانا اور مٹھی سے کم کاٹنا وغیرہ ہیں اسی طرح ”مردوں کا ٹخنے

ڈھانکنا“ بھی ایک جہری اور سنگین گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى فَبَغَى عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ (القصص ٧٦)

ترجمہ: بیشک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا پھر اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں جب اس سے اس کی قوم نے کہا اِترا نہیں بیشک اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (سورۃ القصص، ۷۶)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی، قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، لکھتے ہیں:

قوله تعالى :(فَبَغَى عَلَيْهِمْ) بغيه أنه زاد فى طول ثوبه شبرا، قاله شهر بن حوشب وفى الحديث" :لا ينظر الله إلى من جر إزاره بطرا"

فَبَغَى عَلَيْهِمْ اس (قارون) کی بغاوت یہ تھی کہ اس نے اپنے کپڑے کی لمبائی ایک بالشت زیادہ رکھی ہوئی تھی، یہ حضرت شہر بن حوشب کا فرمان ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے :جس آدمی نے تکبر کرتے ہوئے اپنے تہبند کو گھسیٹا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

(تفسیر القرطبی، القصص تحت الایۃ ۷۶:، ج ۱۳، ص ۲۰۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (۴)

ترجمہ: اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ (سورۃ المدثر ۴:)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی، قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

وَمَنْ ذَهَبَ إِلَى الْقَوْلِ الثَّامِنِ قَالَ :إِنَّ الْمُرَادَ بِهَا الثِّيَابُ الْمَلْبُوسَاتُ، فَلَهُمْ فِي تَأْوِيلِهِ أَرْبَعَةُ أَوْجُهٍ :أَحَدُها- مَعْنَاهُ وَثِيَابَك فَأَنْقِ، وَمِنْهُ قَوْلُ امْرِئِ الْقَيْسِ:ثياب بني عوف طهارى نقية

الثَّانِي- وَثِيَابَك فَشَمِّرْ وَقَصِّرْ، فَإِنَّ تَقْصِيرَ الثِّيَابِ أَبْعَدُ مِنَ النَّجَاسَةِ، فَإِذَا انْجَرَتْ عَلَى الْأَرْضِ لَمْ يُؤْمَنْ أَنْ يُصِيبَهَا مَا يُنَجِّسُهَا، قَالَهُ الزَّجَّاجُ وَطَاوُسٌ. الثَّالِثُ- وَثِيَابَك فَطَهِّرْ مِنَ النَّجَاسَةِ بِالْمَاءِ، قَالَهُ مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ وَابْنُ زَيْدٍ وَالْفُقَهَاءُ. الرَّابِعُ- لَا تَلْبَسْ ثِيَابَك إِلَّا مِنْ كَسْبٍ حَلَالٍ لِتَكُونَ مُطَهَّرَةً مِنَ الْحَرَامِ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :لَا تَكُنْ ثِيَابُك الَّتِي تَلْبَسُ مِنْ مَكْسَبٍ غَيْرِ طَاهِرٍ. ابْنُ الْعَرَبِيِّ وَذَكَرَ بَعْضَ مَا ذَكَرْنَاهُ :لَيْسَ بِمُمْتَنِعٍ أَنْ تُحْمَلَ الْآيَةُ عَلَى عُمُومِ الْمُرَادِ فِيهَا بِالْحَقِيقَةِ وَالْمَجَازِ، وَإِذَا حَمَلْنَاهَا عَلَى الثِّيَابِ الْمَعْلُومَةِ الطَّاهِرَةِ فَهِيَ تَتَنَاوَلُ مَعْنَيَيْنِ :أَحَدُهُمَا- تَقْصِيرُ الْأَذْيَالِ، لِأَنَّهَا إِذَا أُرْسِلَتْ تَدَنَّسَتْ، وَلِهَذَا قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِغُلَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَقَدْ رَأَى ذَيْلَهُ مُسْتَرْخِيًا :ارْفَعْ إِزَارَكَ فَإِنَّهُ أَتْقَى وأنقى وأبقى.وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، وَمَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ فَفِي النَّارِ فَقَدْ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَايَةَ فِي لِبَاسِ الْإِزَارِ الْكَعْبَ وَتَوَعَّدَ مَا تَحْتَهُ بِالنَّارِ، فَمَا بَالُ رِجَالٍ يُرْسِلُونَ أَذْيَالَهُمْ، وَيُطِيلُونَ ثِيَابَهُمْ، ثُمَّ يَتَكَلَّفُونَ رَفْعَهَا بِأَيْدِيهِمْ، وَهَذِهِ حَالَةُ الْكِبْرِ، وَقَائِدَةُ الْعُجْبِ، وَأَشَدُّ مَا فِي الْأَمْرِ أَنَّهُمْ يَعْصُونَ وَيَنْجَسُونَ وَيُلْحِقُونَ أَنْفُسَهُمْ بِمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ مَعَهُ غَيْرَهُ وَلَا أَلْحَقَ بِهِ سِوَاهُ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ وَلَفْظُ الصَّحِيحِ:"مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ

خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". قَالَ أَبُو بَكْرٍ :يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ أَحَدَ شِقَّيْ إِزَارِي يَسْتَرْخِي إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذَلِكَ مِنْهُ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(لَسْتَ مِمَّنْ يَصْنَعُهُ خُيَلَاءَ) فَعَمَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّهْيِ، وَاسْتَثْنَى الصِّدِّيقَ، فَأَرَادَ الْأَدْنِيَاءُ إِلْحَاقَ أَنْفُسِهِمْ بِالرُّفَعَاءِ ،وَلَيْسَ ذَلِكَ لَهُمْ.

جو آٹھویں قول کی طرف گیا ہے تو اس نے کہا: یہاں ثیاب سے مراد ملبوسات ہیں، ان کے نزدیک اس معنی کی چار وجوہ ہیں

(۱) اس کا معنی ہے اپنے کپڑوں کو پاک رکھو: اسی معنی میں امراء القیس کا شعر ہے: ثياب بني عوف طهارى نقية

(۲) اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر رکھ، کیونکہ کپڑوں کو سمیٹ کر رکھنا نجاست سے دوری کا باعث ہوتا ہے جب کپڑے زمین پر گھسٹیں تو وہ نجاست لگنے سے محفوظ نہیں ہوتے؛ زجاج اور طاؤس نے یہی بات کہی ہے۔

(۳) اپنے کپڑوں کو پانی کیساتھ پاک کرلو؛ یہ محمد بن سیرین ابن زید اور فقہاء (رحمۃ اللہ علیہم) کا نقطہ نظر ہے۔

(۴) حلال کمائی سے ہی کپڑا پہنو تا کہ وہ حرام سے پاکیزہ ہوں ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: جو تو لباس پہنتا ہے وہ حرام کمائی کا نہ ہو علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو کچھ کہا جس کا ہم نے ذکر کیا یہ ممتنع نہیں کہ آیت کو عموم مراد پر محمول کیا جائے وہ حقیقت ہو یا مجاز ہو ۔جب ہم اسے پاکیزہ، معروف کپڑوں پر محمول کریں گے تو یہ دونوں معنوں کو شامل ہوگا۔

(۱) دامنوں کو سمیٹنا کیونکہ جب انہیں ڈھیلا چھوڑا جائے تو وہ آلودہ ہو جاتے ہیں ؛اس وجہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے انصار کے ایک نوجوان کو فرمایا جب انہوں نے اس کا

دامن ڈھیلا دیکھا: اپنا تہبند اونچا کرلو کیونکہ یہ زیادہ تقوی، زیادہ پاکیزگی اور زیادہ عرصہ باقی رہنے کا باعث ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مومن کا تہبند اس کی نصف پنڈلی تک ہوتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر وہ پنڈلیوں اور ٹخنوں کے درمیان ہو اور جو ٹخنوں سے بھی نیچے ہو وہ آگ میں ہے''، نبی کریم ﷺ نے تہبند کی انتہا ٹخنہ معین کی ہے اور جو اس سے بھی نیچے ہو اس پر دھمکی دی ہے ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے دامنوں کو نیچے چھوڑے رکھتے ہیں، اپنے کپڑوں کو لمبا کرتے ہیں پھر اپنے ہاتھوں سے انہیں اوپر اٹھاتے ہیں یہ تکبر کی حالت ہے اور عجب (اپنے عمل پر خوشی کا اظہار کرنا) کا طریقہ ہے (اس معاملہ میں سب سے شدید معاملہ یہ ہے کہ وہ نافرمانی کرتے ہیں، کپڑوں کو ناپاک کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کے ساتھ جا ملاتے ہیں) جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے غیر کو نہیں ملایا اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو لاحق کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: جس نے تکبر کرتے ہوئے اپنے کپڑے کو گھسیٹا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا'' صحیح کے الفاظ یہ ہیں: جس نے تکبر کرتے ہوئے اپنے تہبند کو گھسیٹا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسکی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میرے تہبند کا ایک پہلو ڈھیلا رہتا ہے مگر اس صورت میں کہ میں اس کا خیال رکھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نہی کو عام رکھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مستثنیٰ قرار دیا تو کمینے لوگوں نے اپنے آپکو بلند مرتبہ لوگوں کیساتھ ملانے کا قصد کیا۔ یہ ان کے لئے جائز نہیں۔ (تفسیر القرطبی، المدثر، تحت الآیۃ ۴: ج ۱۹، ص ۴۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن صوفی با کمال علامہ اسماعیل حقی حنفی، قدس سرہ، متوفی ۱۱۳۷ھ، لکھتے ہیں:

(وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ) جميع ثوب من اللباس أى فطهرها مما ليس بطاهر بحفظها وصيانتها عن النجاسات وغسلها بالماء الطاهر بعد تلطخها فإنه قبيح بالمؤمن الطيب أن يحمل خبيثاً سواء كان فى حال الصلاة أو فى غيرها وبتقصيرها أيضاً فإن طولها يؤدى إلى جر الذيول على القاذورات فيكون التطهير كناية عن التقصير لأنه من لوازمه ومعنى التقصير أن تكون إلى إنصاف الساقين أولى، الكعب فإنه عليه السلام جعل اية طول لإزار إلى الكعب وتوعد على ماتحته بالنار. وحضرت مرتضى رضى الله عنه كفت كوتاه كن جامهرا. فإنه أتقى وأنقى وأبقى وهو أول ما أمر به عليه السلام من رفض العادات المذمومة فإن المشركين ما كانوا يصونون ثيابهم عن النجاسات۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

ترجمہ: اپنے کپڑے پاک رکھو۔ ثیاب، ثوب کی جمع ہے یعنی لباس، کپڑوں کو اس سے پاک رکھیں جو پاک نہیں ہے اسے نجاسات سے محفوظ اور بچائے رکھیں اور جب میلے ہو جائیں تو پاک پانی سے دھوئیں کیونکہ پاک مومن کے لیے یہ کام قبیح ہے کہ وہ خبیث (ناپاک) اشیاء کا حامل (اٹھانے والا) ہو، نماز کی حالت میں ہو یا غیر نماز میں ہو اور اسے لمبا بھی نہ رکھے کیوں کہ لمبے کپڑے کا دامن پلیدیوں پر گھسیٹا جائے گا اور نجاست آلود ہو جائے گا۔ تطہیر (پاک کرنے) تقصیر (لمبا نہ کرنے) سے کنایہ ہے کیونکہ یہ اس کے لوازم سے ہے۔ اور تقصیر کا مطلب یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک یا ٹخنوں تک اونچا ہونا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تہبند کی لمبائی کی انتہاء ٹخنے تک بیان فرمائی، اور اس سے جو نیچے ہو اس پر آگ کی وعید بیان فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اپنے تہبند کو لمبا نہ کر کیونکہ اس میں تقویٰ زیادہ ہے اور طہارت و نفاست زیادہ ہے، اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ یہی وہ

پہلا امر ہے جو رسول اللہ ﷺ کو ہوا کہ مذمومہ عادات کا چھوڑنا لازم ہے اس لیے کہ مشرکین اپنے کپڑوں کو نجاسات سے بچاتے نہیں تھے ۔

(تفسیر روح البیان، المدثر تحت الایۃ ۴، ج۱۰، ص۲۲۷، ۲۲۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

قال عبد الرحمن بن زيد بن أسلم كان المشركون ما كانوا يصونون ثيابهم عن النجاسات فأمره الله تعالى بأن يصون ثيابه عن النجاسات۔

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا : مشرکین اپنے کپڑوں کو نجاسات سے بچاتے نہیں تھے، تو اللہ تعالیٰ نے نجاسات سے اپنے کپڑے بچانے کا حکم فرمایا ۔(تفسیر کبیر، المدثر تحت الایۃ ۴: ، ج۳۰، ص۱۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

أن المراد من قوله فَطَهِّرْ أي فقصر وذلك لأن العرب كانوا يطولون ثيابهم ويجرون أذيالهم فكانت ثيابهم تتنجس ولأن تطويل الذيل إنما يفعل للخيلاء والكبر فنهى الرسول (صلى الله عليه وسلم) عن ذلك۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان فَطَهِّرْ سے مراد یہ ہے کہ اپنے کپڑے زیادہ لمبے نہ کر۔ کیونکہ عربی لوگ اپنے کپڑے لمبے رکھتے تھے اور اپنے دامنوں کو گھسیٹتے تھے، تو ان کے کپڑے نجاست آلود ہو جاتے تھے، کیونکہ دامن کا لمبا کرنا فخر وتکبر ہی کے لیے کیا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔ (تفسیر کبیر، المدثر تحت الایۃ ۴: ، ج۳۰، ص۱۶۹، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

(وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ) بالماء من النجاسة لأن الصلاة لا تصح إلا بها وهي الأولى في غير

الصلاة، أو فقصر مخالفة للعرب في تطويلهم الثياب وجرّهم الذيول إذ لا يؤمن معه إصابة النجاسة، أو طهر نفسك مما يستقذر من الافعال۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

ترجمہ: اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں ۔یعنی پانی کے ساتھ اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک کریں کیونکہ نماز اس کے بغیر درست نہیں ہوتی ہے اور نماز کے علاوہ میں پاک رکھنا اولیٰ ہے، یا اپنے کپڑوں کو زیادہ لمبا نہ کرو۔عرب والوں کی اس عادت کی مخالفت کرتے ہوئے، کہ وہ اپنے کپڑوں کو لمبا رکھتے ہیں اور چادروں کے دامن کو زمین پر گھسیٹتے ہیں اس لیے کہ ایسی حالت میں نجاست سے حفاظت نہیں رہ سکتی۔ (تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل، المدثر تحت الایۃ: ج۳، ۴ص، ۴۸۳)

وقال طاوس رضی اللہ عنہ : ثيابك فقصر لأن تقصير الثوب طهارة لها۔

ترجمہ: حضرت طاؤس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا : اپنے کپڑوں کو لمبا نہ رکھو کیونکہ کپڑوں کا لمبا نہ ہونا ان کی پاکی (کا سبب) ہے ۔(تفسیر مظہری المدثر تحت الایۃ ۴: ج۷ ص ۲۸۲ دارالکتب العلمیہ بیروت)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام ابو منصور محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۳۳۳ھ) لکھتے ہیں :

وقال بعضهم : اى قصر ثيابك، ولا تطول لها، فتبلغ الطرافها [الارض، فتصيبها] النجاسة۔

ترجمہ: اور بعض نے فرمایا : اس سے مراد یہ ہے کہ آپ زیادہ لمبے کپڑے نہ پہنیں، مبادا وہ ان کپڑے کے کنارے زمین تک پہنچیں، تو ان کو نجاست لگ جائے

(تفسیر تاویلات اہل سنت، المدثر تحت الایۃ ۴: ، ج۵ ص ۳۱۱، مکتبہ معروفیہ، کوئٹہ)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں عمدۃ المفسرین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

احتمال دویم آنکه جامۂ طاہر را از نجاسات معنوی پاک دارد نجاست معنوی جامہ آنست کہ از کسے بغصب نگرفہ باشد و بدزدی و خیانت و دیگر وجوہ حرام کسب نکردہ و آنچہ استعمال آن حرام ست مثل ریشمین باف برائے مرد باستعمال نیارند و در قطع و دوخت آن اسراف و امور نامشروعہ را مرتکب نشوند مثل دراز کردن دامن از شتالنگ

ترجمہ: دوسرا احتمال یہ ہے کہ کپڑے کو معنوی نجاست سے پاک رکھیں اور کپڑے کی معنوی نجاست یہ ہے کہ کسی سے چھینا ہوا نہ ہو اور چوری، خیانت اور دوسرے حرام طریقوں سے کمایا ہوا نہ ہو، اور وہ جس کا استعمال حرام ہے جیسے مرد کے لیے ریشمی کپڑا استعمال میں نہیں لاتے اور اس کے کاٹنے سینے میں اسراف اور غیر شرعی امور کے مرتکب نہ ہوں جیسے دامن کو ٹخنے سے لمبا کرنا۔

(تفسیر عزیزی مسمیٰ بہ فتح العزیز المدثر تحت الآیۃ ۴ ج ۲ ص ۲۵۵ مکتبہ حقانیہ کوئٹہ)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے۔ (سورۃ المرسلات ۴۸:)

عَن قَتَادَةَ (وَإِذا قيل لَهُم اركَعُوا) قَالَ :عَلَيْكُم بِإِحْسَان الرُّكُوع فَإِن الصَّلَاة من الله بِمَكَان قَالَ :وَذكر لنا أَن حُذَيْفَة رأى رجلا يُصَلِّي وَلَا يرْكَع كَأَنَّهُ بعير نافر قَالَ :لَو مَاتَ هَذَا مَا مَاتَ على شَيْء من سنة الإسلام قَالَ :وَحدثنَا أَن ابْن مَسْعُود رأى رجلا يُصَلِّي وَلَا يرْكَع وَآخر يجر إِزَاره فَضَحِك قَالُوا :مَا يضحكك يَا ابْن مَسْعُود قَالَ :أضحكني رجلَانِ أَحدهمَا لَا ينظر الله إِلَيْهِ وَالْآخر لَا يقبل الله صلَاته۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان إِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ کی تفسیر میں فرمایا: تم پر اچھے طریقے سے رکوع کرنا لازم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نماز میں

ایک خاص مرتبہ اور درجہ ہے۔ فرمایا: ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رکوع نہیں کرتا، گویا کہ وہ بدکنے والا اونٹ ہے تو فرمایا: اگر یہ آدمی اسی حالت میں فوت ہوگیا تو یہ اسلام کے طریقوں میں سے کسی پر نہیں مرے گا۔ فرمایا: ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا، وہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع نہیں کرتا اور دوسرا اپنے تہبند کو گھسیٹ رہا ہے، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنس پڑے۔ لوگوں نے کہا: اے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون سی چیز آپ کو ہنسا رہی ہے؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے دو آدمیوں نے ہنسایا ہے، ان میں سے ایک وہ جس کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا اور دوسرا وہ جس کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔

(وأخرج عبد بن حمید وتفسیر طبری ابن جریر ج ۲۹ ص ۲۹۰ دار احیاء التراث العربی بیروت وابن المنذر الدر المنثور المرسلات تحت الآیۃ ۴۸: ج ۶ ص ۵۳۲ مکتبۃ الرحاب القاہرہ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی، قرطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

الْأُولَى- قَوْلُهُ تَعَالَى :(وَلا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً) هَذَا نَهْيٌ عَنِ الْخُيَلَاءِ وَأَمْرٌ بِالتَّوَاضُعِ. وَالْمَرَحُ :شِدَّةُ الْفَرَحِ. وَقِيلَ :التَّكَبُّرُ فِي الْمَشْيِ. وَقِيلَ :تَجَاوُزُ الْإِنْسَانِ قَدْرَهُ. وَقَالَ قَتَادَةُ :هُوَ الْخُيَلَاءُ فِي الْمَشْيِ. وَقِيلَ :هُوَ الْبَطَرُ وَالْأَشَرُ. وَقِيلَ :هُوَ النَّشَاطُ وَهَذِهِ الْأَقْوَالُ مُتَقَارِبَةٌ وَلَكِنَّهَا مُنْقَسِمَةٌ قِسْمَيْنِ :أَحَدُهُمَا مَذْمُومٌ وَالْآخَرُ مَحْمُودٌ، فَالتَّكَبُّرُ وَالْبَطَرُ وَالْخُيَلَاءُ وَتَجَاوُزُ الْإِنْسَانِ قَدْرَهُ مَذْمُومٌ وَالْفَرَحُ وَالنَّشَاطُ مَحْمُودٌ. وَقَدْ وَصَفَ اللَّهُ تَعَالَى نَفْسَهُ بِأَحَدِهِمَا، ففي الحديث الصحيح لله أفرح بتوبة العبد من رجل ... الحديث. والكسل مَذْمُومٌ شَرْعًا وَالنَّشَاطُ ضِدُّهُ. وَقَدْ يَكُونُ التَّكَبُّرُ

وَمَا فِي مَعْنَاهُ مَحْمُودًا، وَذَلِكَ عَلَى أَعْدَاءِ اللهِ وَالظَّلَمَةِ. أَسْنَدَ أَبُو حَاتِمِ بْنُ حِبَّانٍ عَنِ ابْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُبْغِضُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللهُ، عَزَّ وَجَلَّ وَمِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُحِبُّ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللهُ فَأَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِي يُحِبُّ اللهُ الْغَيْرَةُ فِي الدِّينِ وَالْغَيْرَةُ الَّتِي يُبْغِضُ اللهُ الْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ دِينِهِ وَالْخُيَلَاءُ الَّتِي يُحِبُّ اللهُ اخْتِيَالُ الرَّجُلِ بِنَفْسِهِ عِنْدَ الْقِتَالِ وَعِنْدَ الصَّدَقَةِ وَالِاخْتِيَالُ الَّذِي يُبْغِضُ اللهُ الْخُيَلَاءُ فِي، الْبَاطِلِ وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي مُصَنَّفِهِ وَغَيْرِهِ. وَأَنْشَدُوا:

وَلَا تَمْشِ فَوْقَ الأرض إلا تواضعا		فكم تحتها قوم هموا مِنْك أَرْفَعُ
وَإِنْ كُنْتَ فِي عِزٍّ وَحِرْزٍ ومنعة		فكم مات من قوم هموا مِنْك أَمْنَعُ

مسئلہ نمبر:ا۔قولہ تعالیٰ :وَلا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً۔ یہ غرور اور تکبر سے نہی ہے اور تواضع اور انکساری کا حکم ہے۔المرح کا معنی ہے بہت زیادہ خوشی اور فرحت کا اظہار کرنا۔اور یہ بھی کہا گیا ہے: اس کا معنی چلنے میں تکبر کا اظہار کرنا(یعنی اکڑ کر چلنا) ہے۔بعض نے کہا ہے :انسان کا اپنی قدر اور مقام سے تجاوز کر جانا ہے۔اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے :اس سے مراد چال چلن میں غرور اور خود پسندی کا اظہار کرنا ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے :اس کا معنی کسی نعمت پر اترانا اور اس کا شکر ادا نہ کرنا ہے۔اور اکڑنا ہے۔بعض نے کہا ہے :اس سے مراد نشاط اور چستی کا اظہار کرنا ہے۔یہ تمام اقوال معنوی اعتبار سے قریب قریب ہیں لیکن یہ دو قسموں میں منقسم ہیں :ان میں سے ایک قسم مذموم(قابل مذمت) ہے اور دوسری محمود(قابل تعریف) ہے، پس تکبر کرنا، اترانا، غرور کرنا، اور انسان کا اپنی قدر سے تجاوز کرنا یہ سب مذموم ہے اور فرحت و انبساط اور نشاط و چستی کا اظہار کرنا محمود اور اچھا ہے۔تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان دو میں سے ایک کے ساتھ (یعنی فرحت اور نشاط) اپنے آپ کو

متصف فرمایا ہے، پس صحیح حدیث میں ہے: اللہ افرح بتوبة العبد من رجل۔۔۔۔۔الحدیث۔ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے اس آدمی کی نسبت زیادہ خوش ہوتا ہے۔

(مجمع الزوائد کتاب التوبۃ باب الحث علی التوبۃ جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۲ حدیث ۱۷۴۹۸)

اور سستی شرعاً مذموم ہے اور نشاط اس کی ضد ہے۔اور کبھی تکبر اور جو چیزیں اس کے معنی میں ہیں محمود اور اچھی ہوتی ہیں، اور وہ یہ کہ جب یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور ظالموں کے خلاف ہوں۔حضرت ابو حاتم محمد بن حبان نے ابن جابر بن عتیک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مسند روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”غیرت میں سے وہ بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ مبغوض اور ناپسند جانتا ہے اور وہ بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور غرور اور تکبر میں سے ایک وہ ہے جسے اللہ عزوجل پسند فرماتا ہے اور اس میں سے ایک وہ یہ جسے اللہ تعالیٰ مبغوض قرار دیتا ہے، پس وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے وہ وہ غیرت ہے جو دین کے بارے میں ہو اور وہ غیرت جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے وہ وہ غیرت ہے جو دین کے معاملہ میں نہ ہو اور وہ رعونت و تکبر جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے وہ آدمی کا جنگ کے وقت اور صدقہ دیتے وقت اپنے نفس کے ساتھ اظہار فخر کرنا ہے اور وہ تکبر و غرور جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے وہ باطل اور غلط کاموں میں اس کا غرور اور تکبر کرنا ہے“۔

(مجمع الزوائد کتاب التوبۃ باب الحث علی التوبۃ جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۲ حدیث ۱۷۴۹۸)

اسے ابو داؤد نے اپنی مصنف وغیرہ میں نقل کیا ہے۔

اور انہوں نے یہ اشعار بھی کہے ہیں:

و لا تمش فوق الارض الا تواضعا		فکم تحتها قوم همو منک ارفع

ترجمہ: تو زمین کے اوپر تواضع اور انکساری کے بغیر نہ چل پس اس کے نیچے کتنی قومیں ہیں جو تجھ سے بلند اور ارفع تھیں۔

و ان کنت فی عز و حرز و منعة	فکم مات من قوم هم منک امنع

ترجمہ: اور اگر تو عزت، حفاظت اور قوت میں ہے تو قوم میں سے کتنے مر گئے جو تجھ سے زیادہ محفوظ اور طاقتور تھے۔

(تفسیر القرطبی، ج۱۰، ص۱۶۹، ۱۷۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

انسان کو تکبر نہیں کرنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ انسان کے تکبر کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا

ترجمہ: اور زمین میں اتراتا نہ چل بیشک تو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔ (سورۃ بنی اسرائیل ۳۷:)

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو ایک حقیر بوند سے پیدا کیا، جو اگر کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا نجس ہو جاتا ہے، وہ مسکین تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دے کر سر بلند کیا اور وہ مغرور ہو گیا، اس نے گمان کیا کہ وہ تمام مخلوقات سے افضل ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو علم سے ایک قطرہ عطا کیا تو اس نے گمان کیا کہ وہ سب سے بڑا عالم ہے، حالانکہ قرآن مجید میں وہ پڑھتا ہے:

وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

ترجمہ: اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا (سورۃ بنی اسرائیل ۸۵:)

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

ترجمہ: اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔ (سورۃ یوسف ۷۶:)

انسان یہ بھول گیا کہ وہ جمادات اور اجرامِ فلکیہ کے مقابلہ میں ایک ذرہ سے بھی کم تر ہے اور اپنے جہل اور غرور کی وجہ سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب وہ زمین پر چلے گا تو اپنے قدموں سے زمین کو پھاڑ ڈالے گا اور اپنا سر اس طرح بلند کرتا ہے گویا کہ وہ پہاڑوں سے بھی سر بلند ہے، اگر انسان اپنی ابتدأ اور انتہاء پر غور کر لیتا کہ اس کی ابتدأ بھی مٹی ہے اور انتہاء بھی مٹی میں مل جانا ہے تو وہ اپنے کپڑوں کو نہ گھسیٹتا اور اپنے قد سے بڑے کپڑے نہ سلواتا۔

(فتح المنعم، ج۸، ص۳۳۹، دار الشرق، القاہرہ ۱۴۲۹ھ) (نعم الباری، ج۱۲، ص۲۵۲)

علامہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر، شافعی متوفی ۷۷۴ھ، لکھتے:

يَنْهَاهُ عَنِ التَّبَخْتُرِ فِي الْمِشْيَةِ عَلَى وَجْهِ الْعَظَمَةِ وَالْفَخْرِ عَلَى النَّاس كَمَا قَالَ تَعَالَى : (وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً إِنَّك لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا) [الإسراء:(۳۷)يَعْنِي لَسْتَ بِسُرْعَةِ مَشْيِك تَقْطَعُ الْبِلَادَ فِي مشيتك هذه، ولست بدقك الأرض برجلك تخرق الْأَرْضَ بِوَطْئِك عَلَيْهَا، وَلَسْتَ بِتَشَامُخِك وَتَعَاظُمِك وَتَرَفُّعِك تَبْلُغُ الْجِبَالَ طُولًا، فَاتَّئِدْ عَلَى نَفْسِك فَلَسْتَ تَعْدُوَ قَدْرَك.وَقَدْ ثَبَتَ فِي الْحَدِيثِ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي بُرْدَيْهِ يَتَبَخْتَرُ فِيهِمَا، إِذْ خسف الله به الأرض فهو يتجلل فيها إلى يوم القيامة وَفِي الْحَدِيثِ الْآخَرِ : إِيَّاك وَإِسْبَالُ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا من المخيلة لَا يُحِبُّهَا اللَّهُ (كَمَا قَالَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ :(إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ) وَلَمَّا نَهَاهُ عَنِ الِاخْتِيَالِ فِي الْمَشْيِ أَمَرَهُ بالقصد فيه، فإنه لا بد لَهُ أَنْ يَمْشِيَ فَنَهَاهُ عَنِ الشَّرِّ وَأَمَرَهُ بالخير، فقال :(واقصد في مشيك) أَيْ لَا تَتَبَاطَأْ مُفْرِطًا وَلَا تُسْرِعْ إِسْرَاعًا مُفْرِطًا وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِك قَوَامًا كَمَا قَالَ تَعَالَى :(وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْناً

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَاماً) (الفرقان: ۶۳)۔

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو تکبر کرنے سے بھی منع کیا۔اسی طرح زمین پر اکڑ کر چلنے سے بھی منع کیا ہے،زمین پر اکڑ کر چلنے سے کوئی انسان اپنی رفتار کو اتنی تیز نہیں کر سکتا کہ اس سے شہروں کے فاصلے مٹ سکیں اور نہ ہی زمین پر چلنے سے وہ پھٹ سکتی ہے۔اسی طرح انسان بڑائی اور عظمت کی وجہ سے پہاڑ کی بلندیوں کو بھی نہیں چھو سکتا،لہٰذا آپے سے باہر ہونے کی ضرورت نہیں۔اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص دو چادر اوڑھ کر ناز و نخرے سے چل رہا تھا کہ اتنے میں اللہ کے حکم سے زمین پھٹ پڑی اور وہ اندر دھنسنے لگا اور قیامت تک دھنستا رہے گا۔(صحیح البخاری، فی احادیث الانبیاء، باب ۵۴،وصحیح مسلم فی اللباس والزینۃ رقم ۳:،ومسند احمد،ج،۲،ص،۳۱۵)دوسری حدیث شریف میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ ازار لٹکانے سے پرہیز کرو،یہ تکبر ہے جو اللہ کو پسند نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد،فی اللباس،باب،۲۸،مسند احمد،ج،۵،ص،۶۳)

قرآن کریم میں بھی اس کو فرمایا گیا"إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿لقمان ۱۸﴾ کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی اترانے والے کو پسند نہیں کرتا۔تکبر اور اترانے سے منع کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ میانہ روی اختیار کی جائے،اس لئے آگے چال چلن میں میانہ روی اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور پھر فرمایا کہ اللہ جل وعلیٰ شانہ کے بندے زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل اور ناواقف لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو یہ ان سے سلامتی سے بات کرتے ہیں۔

(البدایۃ والنہایۃ،ج،۲،ص،۱۳۵،۱۳۶،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

حدیث شریف ہے :مااسفل من الکعبین من الازار فی النار۔

یعنی ٹخنوں کا جو حصہ تہہ بند میں ڈھکا رہے گا وہ جہنم میں ہوگا۔ (بخاری صفحہ ۲/۸۶۱)

اس حدیث میں اس گناہ پر جہنم کی وعید آئی ہے اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ جس گناہ پر جہنم کی وعید ہو وہ کبیرہ گناہ ہوتا ہے لہٰذا کھڑے ہونے اور چلنے کی حالت میں اوپر سے آنے والے کپڑے (مثلاً

شلوار،پتلون،تہہ بند،جبہ وغیرہ) سے مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا گناہِ کبیرہ اور حرام ہے۔

محمد اشفاق الرحمٰن،کاندھلوی،لکھتے ہیں:

قلت قال میرک ظاهر بعض الاحادیث تحریم الاسبال یقتضی ان تحریم اسبال الازار مخصوص بالجر لاجل الخیلاء وقال بعض العلماء یعلم من بعض الاخبار تحریم الاسبال لغیر الخیلاء ایضاً لحدیث ابی هریرة فی البخاری ما سفل من الکعبین فی النار وکحدیث لایقبل الله صلاة رجل مسبل ازاره وکحدیث فان جر الثوب من المخلیة ان الثوب مطلقاً ممنوع وان کان فی المخیلة اشد کراهة۔

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ میرک نے کہا بعض احادیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے اسبال کی حرمت تکبر کی بناء پر ہے اور بعض علماء نے فرمایا کہ بعض دیگر احادیث سے معلوم ہوتا کہ مطلق اسبال حرام ہے خواہ تکبر سے ہو یا نہ ہو جیسے بخاری کی حدیث ابوہریرہ میں ہے جو ٹخنوں سے نیچے ہوں وہ آگ میں ہے اور حدیث ہے"بے شک ازار لٹکانے والے کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا"اور حدیث شریف ہے کہ ازار کا کھینچنا تکبر سے ہے۔پس کپڑے کا لمبا کرنا (ٹخنوں سے نیچے ہو جانا) مطلقاً ممنوع ہوا اگرچہ تکبر کی وجہ سے زیادہ سخت کراہت ہے۔

(کشف المغطا عن وجہ الموطا حاشیہ مؤطا امام مالک،فی اسبال الرجل ثوبہ،ص،۵۶۱،مکتبہ رحمانیہ،لاہور)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد العینی الحنفی لکھتے ہیں:

باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار اي هذا باب يذكر فيه ما أسفل من الكعبين فهو في النار ويذكر معناه في الحديث لأن قوله ما أسفل من الكعبين من لفظ الحديث وقوله فهو في النار ليس لفظ الحديث هكذا بل هو ما أسفل من الكعبين من الإزار ففي النار واقتصر في الترجمة في الجزء الثاني وأطلقها ولم يقيدها بلفظ الإزار قصدا للتعميم

في الإزار والقيمص ونحو ذلك۔

(باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار) یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ (جس کا) جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو، وہ دوزخ میں ہے۔اور حدیث میں اس طرح نہیں ہے بلکہ حدیث میں اس طرح سے ہے: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو، وہ دوزخ ،میں ہے اور امام بخاری نے عنوان میں صرف جز ثانی پر اقتصار کیا ہے اور اس کو مطلق رکھا ہے اور تہبند کیساتھ مقید نہیں کیا تاکہ عموم رہے، خواہ قمیص ٹخنوں کے نیچے ہو یا تہبند ٹخنوں کے نیچے ہو یا کوئی اور کپڑا ٹخنوں کے نیچے ہو۔

(عمدۃ القاری، ج۲۱ص ۴۴۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

في هذا الحديث ما أسفل من الكعبين ففي النار من الثياب ذلك قال و ما ذنب الثياب؟ و قال الخطابي يريد أن الموضع الذي يناله الإزار من أسفل الكعبين من رجله في النار كنى بالثوب عن بدن لابسه۔ وهذا مطلق يجب حمله على المقيد وهو ما كان للخيلاء قوله ففي النار۔

ترجمہ: اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں کے نیچے ہے وہ دوزخ میں ہوگا تو کپڑے کا کیا گناہ ہے؟ (اس کا جواب یہ کہ) حضرت خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ دوزخ میں وہ جگہ ہوگی جو اس کے پاؤں کے ٹخنوں کے نیچے والے حصہ کو شامل ہوگا۔کپڑے سے مراد کپڑا پہننے والا ہے اور کپڑے کو پہننے والے کے بدن سے کنایہ کیا ہے۔اور یہ مطلق ہے اس کو مقید پر محمول کرنا (قید لگانا) ضروری ہے، اور وہ جس نے تکبر کی نیت سے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکایا، وہ دوزخ میں ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۴۴۰ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری حنفی نقشبندی قدس سرہ لکھتے ہیں:

:أَيْ فَهُوَ أَيْ صَاحِبُهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ بِسَبَبِ الْإِسْبَالِ النَّاشِئِ عَنِ التَّكَبُّرِ وَالِاخْتِيَالِ. قَالَ

الْأَشْرَفُ :مَامَوْصُولَةٌوَصِلَتُهُمَحْذُوفَةٌوَهُوَ كَانَ، وَأَسْفَلَ مَنْصُوبٌ خَبَرَ الْكَانَ، وَيَجُوزُ أَنْ يُرْفَعَ أَسْفَلَ أَيِ الَّذِي هُوَ أَسْفَلُ، وَعَلَى التَّقْدِيرِ هُوَ أَفْعَلُ، وَيَجُوزُ أَنْ يُجْعَلَ فِعْلًا وَهُوَ مَعَ فَاعِلِهِ صِلَتُهُ أَيِ الَّذِي سَفَلَ مِنَ الْإِزَارِ مِنَ الْكَعْبَيْنِ. وَقَالَ السُّيُوطِيُّ :وَيَجُوزُ كَوْنُ مَا شَرْطِيَّةً وَأَسْفَلَ فِعْلٌ مَاضٍ اهـ. وَهُوَ الْأَظْهَرُ، وَفِي غَيْرِهِ تَكَلُّفٌ مُسْتَغْنًى عَنْهُ، وَيُؤَيِّدُهُ رِوَايَتُهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ بِلَفْظِ :(فَفِي النَّارِ) قَالَ الْخَطَّابِيُّ :يُتَنَاوَلُ هَذَا عَلَى وَجْهَيْنِ، أَحَدُهُمَا :أَنَّ مَا دُونَ الْكَعْبَيْنِ مِنْ قَدَمِ صَاحِبِهِ فِي النَّارِ عُقُوبَةً لَهُ عَلَى فِعْلِهِ، وَالْآخَرُ :أَنَّ فِعْلَهُ ذَلِكَ فِي النَّارِ أَيْ هُوَ مَعْدُودٌ وَمَحْسُوبٌ مِنْ أَفْعَالِ أَهْلِ النَّارِ، قَالَ النَّوَوِيُّ :الْإِسْبَالُ يَكُونُ فِي الْإِزَارِ وَالْقَمِيصِ وَالْعِمَامَةِ، وَلَا يَجُوزُ الْإِسْبَالُ تَحْتَ الْكَعْبَيْنِ إِنْ كَانَ لِلْخُيَلَاءِ، وَقَدْ نَصَّ الشَّافِعِيُّ عَلَى أَنَّ التَّحْرِيمَ مَخْصُوصٌ بِالْخُيَلَاءِ لِدَلَالَةِ ظَوَاهِرِ الْأَحَادِيثِ عَلَيْهَا، فَإِنْ كَانَ لِلْخُيَلَاءِ فَهُوَ مَمْنُوعٌ مَنْعَ تَحْرِيمٍ، وَإِلَّا فَمَنْعُ تَنْزِيهٍ، وَأَجْمَعُوا عَلَى جَوَازِ الْإِسْبَالِ لِلنِّسَاءِ، وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَهُنَّ فِي إِرْخَاءِ ذُيُولِهِنَّ ، وَأَمَّا الْقَدْرُ الْمُسْتَحَبُّ فِيمَا يَنْزِلُ إِلَيْهِ طَرَفُ الْقَمِيصِ وَالْإِزَارِ فَنِصْفُ السَّاقَيْنِ، وَالْجَائِزُ بِلَا كَرَاهَةٍ مَا تَحْتَهُ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَبِالْجُمْلَةِ يُكْرَهُ مَا زَادَ عَلَى الْحَاجَةِ، وَالْمُعْتَادُ فِي اللِّبَاسِ مِنَ الطُّولِ وَالسَّعَةِ اهـ. وَالظَّاهِرُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ هُوَ الْمُعْتَادُ الشَّرْعِيُّ لَا الْمُعْتَادُ الْعُرْفِيُّ.۔

ترجمہ: یعنی اس قسم کی ازار پہننے والا شخص جہنم کی آگ میں ہوگا اس اسبال کی وجہ سے جو تکبر اور اختیال سے پیدا ہوا ہے۔ ”من الازار“ یہ ”ما“ کے لئے بیان ہے۔ ای من ازار الرجل اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ کہتے ہیں کہ ''ما'' موصول ہے اور اس کا صلہ محذوف ہے اور وہ ''کان'' ہے اور ''اسفل'' منصوب ہے کیونکہ ''کان'' کی خبر ہے۔ اسفل کا مرفوع ہونا بھی جائز ہے۔ ای ''الذی ھو اسفل'' اور دونوں تقدیروں کی بنا پر یہ ''افعل'' (اسم تفصیل) ہوگا اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کو فعل بنایا جائے اور یہ اپنے فاعل کے ساتھ مل کر صلہ ہوگا۔ ای ''الذی سفل من الکعبین'' امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ''ما'' کا شرطیہ ہونا اور ''اسفل'' کا فعل ماضی ہونا درست ہے۔ اھ۔ اور یہی بات زیادہ واضح ہے اور اس کے علاوہ ترکیب میں تکلف ہے جس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس کی تائید ''جامع الصغیر'' کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ اس میں ''ففی النار'' کے الفاظ ہیں۔ امام خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ اس میں دو توجیہات ہیں : ایک توجیہ یہ کہ ''مادون الکعبین من قدم صاحبہ فی النار'' پاؤں کا ٹخنے سے نیچے والا حصہ آگ میں ہوگا۔ اس کے فعل پر سزا اور عقوبت کی وجہ سے۔ دوسری توجیہہ یہ کہ اس کا یہ فعل آگ میں ہوگا۔

ای ''ھو معدود محسوب من افعال اھل النار''۔

یعنی مادون الکعبین کو شمار کیا گیا ہے جہنمیوں کے افعال میں سے۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اسبال'' ازار، قمیص اور عمامہ سب میں ہوتا ہے اور اگر اسبال کی وجہ سے ہو اور تحت الکعبین ہو تو ناجائز ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صراحت کی کی ہے کہ یہ تحریم ''خیلاء'' کے ساتھ مخصوص ہے۔ کیونکہ احادیث کا ظاہر اس پر دلالت کر رہا ہے اگر اسبال ''خیلاء'' کے طور پر ہو تو ممنوع ہے، ممنوع تحریمی ہے ورنہ تو ممنوع تنزیہی ہوگا۔ عورتوں کے لئے اسبال کے جواز پر اجماع ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح طور پر ثابت ہے : ''لَهُنَّ فِي إِرْخَاءِ ذُيُولِهِنَّ'' البتہ قمیص اور ازار کے اطراف میں قدر مستحب یہ ہے کہ یہ نصف ساقین تک ہو اور کعبین تک جائز بلا کراہت ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو زائد از حاجت ہو اور لمبائی و چوڑائی میں زائد ہو، معتاد طریقے سے وہ پہننا مکروہ ہے انتھی۔ ظاہر یہ ہے کہ معتاد میں اعتبار معتاد شرعی کا ہے نہ کہ معتاد

عرفی کا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس ج ۸ ص ۱۹۸، المکتبہ الرشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

عبدالمحسن العباد لکھتے ہیں:

قوله : (المسبل) هذا هو محل الشاهد، وهو مطلق يدل على تحريم الإسبال مطلقاً، ولكن إذا كان بقصد خيلاء صار أشد وأعظم، وإذا كان بدون خيلاء فهو شديد وعظيم۔

ترجمہ: حدیث شریف میں **المسبل** کپڑا لٹکانے والا، یہ جگہ اس پر شاہد ہے، اور یہ مطلق طور پر کپڑا لٹکانے کے حرام ہونے پر دلیل ہے، اور لیکن جب تکبر کے ارادہ سے ہو تو زیادہ سخت اور زیادہ عظیم گناہ ہے، اور جب بغیر تکبر کے ہو تو شدید اور عظیم گناہ ہے۔

(شرح سنن ابی داود، عبدالمحسن العباد، ج ،۴۵۸ ص، ۱۴)

عبدالمحسن العباد لکھتے ہیں :

(ما أسفل من الكعبين من الإزار فهو في النار)، فهذا يدلنا على تحريم الإسبال، وهو محرم في الصلاة وفي غير الصلاة، ولكنه إذا كان في الصلاة يكون الأمر أخطر۔

ترجمہ: ما أسفل من الكعبين من الإزار فهو في النار یہ تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کے حرام ہونے پر دلیل ہے، اور یہ نماز اور غیر نماز میں حرام ہے اور لیکن نماز میں زیادہ خطرناک معاملہ ہے۔

(شرح سنن ابی داود، عبدالمحسن العباد، ج ۴، ص ۱۴۷)

رہی یہ بات کہ کف ثوب، لف ثوب اور اسبال کا مسئلہ جو پاک و ہند میں بہت ہی وسیع پیمانے پر مشہور کر دیا گیا ہے اور کہا جاتا رہا ہے کہ اگر کوئی کف ثوب کی حالت میں نماز پڑھے گا تو اس کی نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہوگی، اور کف ثوب کی تعریف یہ کر دی گئی ہے کہ ''کوئی اس حال میں نماز پڑھے کہ اس نے لمبی شلوار یا پینٹ کے پائنچے موڑے ہوئے ہوں یا اس کو نیفہ سے اڑس

(سمیٹ) لیا ہو۔" اور اس طرح لف ثوب کے معنی بھی یہی کرتے ہیں۔ اور خاص کر یہ مسئلہ علماء اہلسنت کے مابین زبان زد عام و خاص ہے۔ یہ مسئلہ تحقیق طلب تھا اور اب بھی ہے کیونکہ تحقیق کا دروازہ کھلا ہے اور ہر شخص کا حق ہے کہ وہ کسی بھی مسئلے پر جانبین کی حیثیت کو مدنظر رکھ کر اظہار حق کے لئے تحقیق کرسکتا ہے۔

کف ثوب، لف الثوب اور اسبال کی وضاحت اور احادیث مبارکہ میں یا فقہ حنفی میں جن امور کو مکروہ قرار دیا گیا ہے اور جس سے آپ ﷺ کو منع فرمایا گیا ہے وہ کیا ہے اور اس کی کیا کیفیت ہے؟ اس سے پہلے اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ علماء کے مابین اس مسئلہ میں مابہ النزاع کیا ہے؟ یعنی وہ کیا وجوہات ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ نوبت آپہنچی کہ لوگوں کی نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ قرار دی جاتی ہے۔

اسبال

سب سے پہلے ہم اسبال کی تعریف، اسبال سے متعلق احادیث اور اسبال کا حکم بیان کریں گے۔

اسبال کا معنی : قصداً اپنے اختیار سے اوپر سے آنے والے کپڑے کے ساتھ کھڑے ہونے اور چلنے کی حالت میں ٹخنے ڈھانکنے کو اسبال کہتے ہیں۔

اسبال سے متعلق احادیث:

اسبال سے متعلق کتب احادیث میں چار قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

پہلی قسم : وہ احادیثِ مبارکہ جن میں تکبر کی قید ذکر کئے بغیر مطلقاً اسبال کو ناجائز اور حرام کہا گیا ہے۔

وعنه (ای عن أبی هريرة) عن النبی ﷺ قال ما اسفل من الكعبين من الازار فی النار۔

(بخاری شریف ۸۶۱/۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ٹخنوں کا جو حصہ تہہ بند

کے نیچے ہوگا وہ جہنم کی آگ میں جلے گا۔

فائدہ : ظاہر ہے کہ جہنم کی وعید گناہ کبیرہ پر ہوتی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً ٹخنے ڈھانکنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، نیز اس میں تکبر کا ذکر بھی نہیں۔

(۲) عن سالم بن عبد الله ان اباه حدثه ان رسول الله ﷺ قال بينما رجل يجرّ ازاره خسف به فهو يتجلجل فی الارض الی يوم القيمة۔ (بخاری شریف، ۸۶۱/۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ایک شخص اپنے تہہ بند کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکا کر چل رہا تھا کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا پس وہ (سخت تکلیف کے ساتھ) قیامت تک زمین میں مسلسل دھنستا جائے گا۔

فائدہ : اس حدیث میں بھی یہ نہیں ہے کہ وہ تکبر کی وجہ سے ٹخنے ڈھانک کر چل رہا تھا بلکہ اس شخص کو مطلقاً ٹخنے ڈھانپنے پر قیامت تک سخت ترین عذاب میں گرفتار کردیا گیا۔

محترم قارئین! سوچنے کا مقام ہے کہ اتنی سخت وعید کے بعد بھی کیا یہ کہنا درست ہے کہ تکبر کے بغیر قصداً ٹخنے ڈھانپنا محض مکروہ وتنزیہی ہے؟

(۳) عن ابی ذر عن النبی ﷺ انه قال ثلثة لا يكلمهم الله و لا ينظر اليهم يوم القيامة و لا يزكيهم و لهم عذاب اليم قال من هم يا رسول الله فقد خابوا و خسروا فاعادها ثلثا من هم يا رسول الله خابوا و خسروا قال المسبل و المنان و المنفق سلعة بالحلف الكاذب او الفاجر۔ (مسلم، حدیث ۳۰۶، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطية الخ، واللفظ له، ورواه ابو داؤد باب ماجاء فی اسبال الازار، سنن نسائی حدیث ۲۵۶۲، ابن ماجه حدیث ۲۱۹۹، مسند أحمد حدیث ۲۱۳۱۸، مصنف ابی شيبة، باب فی جر الازار، سنن دارمی حدیث ۲۶۶۰، شعب الایمان للبیهقی، حدیث ۴۵۱۰، صحیح ابن حبان حدیث ۴۹۰۷، مسند بزار حدیث ۴۰۲۴)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا : تین آدمیوں سے اللہ

تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان پر نظر رحمت بھی نہیں فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ (ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں میں نے کہا وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ وہ تو ذلیل و رسوا ہو گئے اور خسارے میں چلے گئے، تین مرتبہ (یہ کلمہ) دہرایا۔ میں نے کہا وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ وہ تو رسوا ہوئے اور خسارے میں چلے گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک اپنی شلوار، تہہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، دوسرا احسان جتلانے والا، تیسرا اپنا سامان جھوٹی قسم سے فروخت کرنے والا یا فاجر۔

اس حدیث مبارکہ میں تکبر وغیرہ کی قید کے بغیر اس عمل پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ان لوگوں سے بات نہ کرنے، ان کی طرف رحمت کی نظر نہ فرمانے، ان کو پاک نہ کرنے اور "عذابِ الیم" اور ناکامی اور خسارہ میں پڑنے کی بڑی بڑی وعیدیں آئی ہیں، اور ظاہر ہے کہ اتنی سخت وعیدیں کسی بڑے گناہ پر ہی ہو سکتی ہیں۔

اور اولاً تو مرد حضرات کے ٹخنے سے نیچے لباس لٹکانے کی اصل وجہ تکبر ہی ہوتی ہے، کہ اس غرض سے وہ ایسا کرتے ہیں، گویا کہ یہ عمل تکبر سے ہی ناشی اور پیدا ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے مرد حضرات کا ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانا خود تکبر کے قائم مقام ہے (احادیث سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے) اور اگر اس کے ساتھ کسی کی مستقل تکبر کی نیت بھی ہو تو پھر یہ دوہراہ گناہ ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اس حدیث میں "لٹکانے" کا لفظ موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ گناہ اس صورت میں ہے جبکہ کپڑا اوپر سے نیچے کی طرف کو لٹکا ہوا ہو، جیسا کہ شلوار، پائجامہ، تہبند وغیرہ ہوتا ہے، اور موزہ کیونکہ اوپر سے نیچے کی طرف لٹکا ہوا نہیں ہوتا، اس لئے اس میں ممانعت نہیں۔

دوسری قسم: وہ احادیث مبارکہ کہ جن میں تکبر کی قید ہے:

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ ﷺ قال لا ینظر اللہ الی من جر ثوبہ

خیلاء۔ (بخاری شریف ۸۶۰/۲، قدیمی کراچی)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف رحمت کی نظر نہ فرمائے گا جس نے اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے (ٹخنوں سے نیچے) لٹکایا۔

(۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لا ینظر اللہ یوم القیامۃ الی من جر ازارہ بطراً۔ (بخاری، ۸۶۱/۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا جس نے اپنا تہہ بند تکبر کی وجہ سے نیچے لٹکایا۔

(۳) عن سالم عن ابیہ عن النبی ﷺ قال من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ فقال ابو بکر الصدیق (رضی اللہ عنہ) یا رسول اللہ ﷺ ان احد شقی ازاری یسترخی الی ان اتعاھد ذلک منہ فقال النبی ﷺ لست ممن یصنعہ خیلاء۔

(بخاری شریف ۸۶۰/۲)

حضرت سالم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد محترم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے (ٹخنوں سے نیچے) گھسیٹا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا (یہ فرمان سنتے ہی) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے تہہ بند کا ایک حصہ نیچے لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کا خیال رکھتا ہوں تو سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: آپ ان میں سے نہیں ہیں جو تکبر کی وجہ سے لٹکاتے ہیں۔

(۴) عن عطیۃ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ: من جرّ ازارہ من الخیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ۔ قال: فلقیت ابن عمر بالبلاط فذکرت لہ حدیث ابی سعید عن النبی ﷺ فقال و اشار الی أذنیہ: سمعتہ اذنای و وعاہ قلبی۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس مطبوعہ بیروت ۵۱۴)

حضرت عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس شخص نے اپنا تہہ بند تکبر کی وجہ سے (ٹخنوں سے نیچے) لٹکایا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر نہیں فرمائے گا۔ حضرت عطیہ کہتے ہیں کہ میں مقام بلاط میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ملا اور میں نے ان کے سامنے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی ہی حدیث ذکر کی تو انہوں نے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے کانوں نے اس کو (رسول اللہ ﷺ سے) سنا ہے اور میرے دل نے اسے محفوظ کیا ہے۔

(۵) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال :قال رسول اللہ ﷺ ان العبد اذا صلی فلم یتم صلاتہ خشوعھا و لا رکوعھا و اکثر الالتفات لم تقبل منہ ، و من جرّ ثوبہ خیلاً لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ و ان کان علی اللہ تعالی کریماً"۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ نماز پڑھتا ہے اور اس کے خشوع (خضوع) اور رکوع (وسجود) کو مکمل نہیں کرتا بلکہ اِدھر اُدھر توجہ کرتا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی ، اور جو شخص نماز میں اپنے کپڑے (تہبند شلوار وغیرۃ) کو تکبر کی وجہ سے (لٹکاتا ہوا) گھسیٹتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہ فرمائیں گے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر مرتبے والا ہو۔

(طبرانی فی الکبیر والترغیب والترھیب ج۱ ص ۲۰۴ کنزالعمال رقم ۱۹۹۶۹ ج۷ ص ۲۰۴ دارالکتب العلمیہ بیروت والترغیب والترھیب ج۳ ص ۶۷، مکتبہ روضۃ القرآن، پشاور)

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

وَيُكْرَهُ إسْبَالُ الْقَمِيصِ وَالْإِزَارِ وَالسَّرَاوِيلِ؛ لِأَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَمَرَ بِرَفْعِ الْإِزَارِ. فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ عَلَى وَجْهِ الْخُيَلَاءِ حَرُمَ، لِأَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ : »مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرْ اللَّهُ إلَيْهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.وَرَوَى أَبُو دَاوُد عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ،

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقُولُ: مَنْ أَسْبَلَ إزَارَهُ فِي صَلَاتِهِ خُيَلَاءَ فَلَيْسَ مِنْ اللَّهِ جَلَّ ذِكْرُهُ فِي حِلٍّ وَلَا حَرَامٍ۔

قمیص اور تہبند اور شلوار کو تکبر سے لٹکانا مکروہ ہے، کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے کپڑے کو تکبر سے لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور امام ابوداوٗد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا : جس شخص نے نماز میں کپڑا لٹکایا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حلال میں ہے اور نہ حرام میں ہے۔ (المغنی ج۱ ص ۳۴۱ دارالفکر، بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

المعنی :فلیس عند اللہ فی شیء ، و قد شاع بَیْنَ العَرب ضربُ المثل بقولھم فلان لا ینفع للحلال و لا للحرام، ویُریدون بہ أنہ سَاقط من الأَعْین، لا یُلتفتُ إلیہ، و لا یُعبا بہ و بأفعالہ، و کذلک معنی الحدیث :من أسْبل إزارہ فی صلاتہ خُیلاء فلیس ھو عند اللہ فی شیء ، و لا یَعْبا اللہ بہ و لا بصلاتہ، ثم إسبالُ الثوْب خارج الصلاۃ إن کان لأجل الاختیال یکرہ - أیضاً۔ و إن لم یکن للاختیال لا یکرہ، و کرھہ البعض مطلقا فی الصلاۃ و غَیْرھا للاختیال و غیرھا۔

مطلب یہ ہے کہ اس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے، عرب میں ضرب المثل مشہور ہے، وہ کہتے ہیں : فلان لا ینفع للحلال و لا للحرام،، (فلاں کو نہ حلال سے نفع ہے اور نہ حرام سے نفع ہے) اور اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ نظروں سے گر گیا ہے، اور نہ اس کی طرف توجہ کی جائے گی اور نہ اس کی پروا کی جائے گی، اور نہ اس کے کاموں کی پروا کی جائے گی، اور اسی طرح اس حدیث کا مطلب ہے : جس شخص نے تکبر کی وجہ سے اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکایا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نہ اس کی پروا کرے گا اور نہ اس کی نماز کی پروا

کرے گا، پھر خارج نماز کپڑے کاٹخنوں سے نیچے لٹکانا، اگر تکبر کی وجہ سے ہوتو مکروہ ہے، اور اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہوتو مکروہ نہیں ہے، اور بعض نے مطلق طور پر نماز میں اور نماز کے علاوہ میں، اور تکبر کی وجہ سے اور بغیر تکبر کے مکروہ قرار دیا ہے۔ (شرح ابی داود للعینی ج ۲ ص ۳۰۰ دارالکتب العلمیہ)

عبدالمحسن العباد لکھتے ہیں :

(من جر ثوبه خيلاء لا ينظر الله إليه)، وهو حرام مطلقاً في الصلاة وفي غير الصلاة۔

ترجمہ: (من جر ثوبه خيلاء لا ينظر الله إليه) اور یہ مطلقاً حرام ہے نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ میں ہو۔ (شرح سنن ابی داود عبدالمحسن العباد ج ۴ ص ۱۴۷)

عبدالمحسن العباد لکھتے ہیں:

إسبال الإزار بغير قصد الخيلاء من الكبائر؛ لأن النهي عنه جاء مطلقاً يشمل ما كان بخيلاء وما كان بغير خيلاء، والكبائر تتفاوت، فليست على حد سواء؛ والاحاديث في تحريم الإسبال وردت على سبيل الإطلاق، فلا يقال :إنه يحمل على الخيلاء فقط، وإنه يجوز في غير الخيلاء، وإنما الراجح أن الإسبال يحرم وهو من الكبائر وإن انضاف إليه قصد الخيلاء فهو أعظم إثماً۔

ترجمہ: بغیر تکبر کے تہبند لٹکانا کبیرہ گناہ ہے، کیونکہ ممانعت مطلق طور پر آئی ہے تکبر کے ساتھ ہو یا بغیر تکبر کے ہو کو شامل ہوگی، اور کبیرہ گناہوں میں تفاوت ہوتا ہے، تو حد میں برابر نہیں ہیں، اور لٹکانے کی تحریم میں احادیث مطلق طور پر وارد ہوئی ہیں، تو نہیں کہا جائے گا کہ وہ صرف تکبر پر محمول ہیں، اور بغیر تکبر جائز ہے، اور بے شک راجح لٹکانا حرام ہوگا اور وہ کبیرہ گناہ ہے اور اگر تکبر کے قصد کی اضافت اس کی طرف کردی جائے تو وہ اعظم گناہ ہے۔ (شرح سنن ابی داود، عبدالمحسن العباد، ج ۲۳، ص ۱۰۵)

عبدالمحسن العباد لکھتے ہیں:

قوله :((وجر الإزار)). يعني :إسبال الثياب، وهذا من الأمور المحرمة، وسواء كان مع قصد الخيلاء أو بدون قصد الخيلاء، ما دام الإنسان قد جر ثوبه فهو آثم، ولكنه إذا كان مع قصد الخيلاء يكون شراً إلى شر۔

قولہ :(وجر الازار) یعنی کپڑوں کا لٹکانا، اور یہ حرام کیے ہوئے کاموں میں سے ہے، برابر ہے کہ تکبر کے قصد کے ساتھ ہو یا تکبر کے قصد کے بغیر ہو، جب تک انسان اپنے کپڑے کو گھسیٹتا ہے تو وہ گناہ گار ہوتا ہے اور لیکن جب تکبر کے قصد کے ساتھ ہوتا ہے تو برے سے بھی برا ہوگا۔

(شرح سنن ابی داود عبدالمحسن العباد ج ۲۳ ص ۳۹۹)

تیسری قسم :وہ احادیث جن میں اسبال کو تکبر کی علامت اور نتیجہ کہا گیا ہے۔

(۱) عن جابر بن سليم (في حديث طويل) قال قال النبي ﷺ اياک واسبال الازار فانها من المخيلة وان الله لا يحب المخيلة۔ (ابو داؤد ۲/۵۶۴)

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (مجھے نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی) فرمایا: تہہ بند کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے سے بچو کیونکہ یہ تکبر کی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔

(۲) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما مرفوعا وایاک وجر الازار فان جرّ الازار من المخيلة۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ تہبند کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے سے بچو کیونکہ تہبند کو لٹکانا تکبر کے سبب سے ہوتا ہے۔

(فتح الباری ۱۰/۳۲۳، قدیمی کتب خانہ)

شیخ ابو محاسن رکن الاسلام محمد بن ابوبکر المعروف امام زادہ سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

واسبال الازار والقميص بدعة، اي تطويلهما، وهو من أعلام الكبر والخيلاء، ولبس السراويل سنة، وهو من أستر الثياب للرجال والنساء واول من لبسه خليل الله عليه السلام۔

ترجمہ: اور قمیص اور تہبند کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانا بدعت ہے، یعنی ان کو لمبا رکھنا، اور یہ تکبر اور اترانے کی علامات میں سے ہے، اور شلوار پہننا سنت ہے، اور یہ مردوں اور اس میں عورتوں کے لیے زیادہ پردہ ہے، اس کو سب سے پہلے حضرت خلیل ابراہیم علیہ السلام نے پہنا۔

(شرعۃ الاسلام اسبال الازار والقمیص ص ۱۴۱ دار البشائر السلامیۃ بیروت بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ السادس والثلاثون الوقحۃ قلۃ الحیاء ج ۳ ص ۵۷ مکتبۃ العلوم الدینیۃ کانسی روڈ کوئٹہ)

اور بعض احادیث میں حضور ﷺ کا ارشاد مبارک اس طرح مروی ہے : اتق اللہ ولا تحقرن من المعروف او الخیر شیئا، وایاک واسبال الازار فانہ من المخیلۃ، وان اللہ لا یحب المختال۔ فقال رجل یارسول اللہ ذکرت اسبال الازار، وقدیکون بساق الرّجل القرح او الشیئ یستحیٖ منہ۔ فقال لا بأس الیٰ نصف الساق، او الی الکعبین، انّ رجلا ممن کان قبلکم لبس بردۃ فتبختر فیھا فنظر اللہ من فوق عرشہٖ فمقتہٗ فأمر الأرض فاخذتہ فھو یتجلل بین الأرض ۔ فاحذروا وقائع اللہ عزّ و جل۔ (معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم اصبھانی، حدیث ١٥٣٢، جلد ٢ صفحہ ٥٤٧، واللفظ لہ، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ٢٢٦٢)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور نیکی یا خیر کے کسی بھی کام کو حقیر نہ سمجھو، اور اپنے آپ کو ازار لٹکانے سے بچاؤ، کیونکہ وہ تکبر میں سے ہے، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ اس کے جواب میں اس شخص نے عرض کیا : یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ازار لٹکانے کا تذکرہ فرمایا؛ جب کہ کبھی کبھی ایک آدمی کی پنڈلی میں زخم ہوتا ہے یا کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جس کے اظہار سے وہ شرماتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ : آدھی پنڈلی تک یا ٹخنوں تک کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔ بلاشبہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص نے چادر (لنگی وغیرہ) پہنی، پھر اس میں اترایا (یعنی ٹخنوں سے نیچے اسے لٹکایا) تو اللہ تعالیٰ نے عرش کے اوپر سے اس کی طرف نظر کی اور اس پر ناراضگی فرمائی اور زمین کو حکم دیا۔ زمین نے اس کو دبوچ لیا پس وہ زمین کے

درمیان دھنسا جا رہا ہے، پس اللہ عزوجل کی پکڑ اور مؤاخذہ سے بچو اور ڈرو۔"

مسند أبی جری جابر بن سلیم الهجیمی التمیمی رضی الله عنه عن أبی تمیمة الهجیمی قال :قال أبو جری جابر :رکبت قعودا لی فأتیت مکة فی طلب النبی صلی الله علیه وسلم، فإذا هو جالس، فقلت السلام علیک یا رسول الله، قال :وعلیک، قلت إنا معشر أهل البادیة، قوم فینا الجفاء، فعلمنی کلاما ینفعنی الله به، قال :اتق الله، ولا تحقرن من المعروف أو الخیر شیئا، وإیاک وإسبال الإزار، فإنه من المخیلة، وإن الله لا یحب المختال فقال رجل :یا رسول الله ذکرت إسبال الإزار، وقد یکون بساق الرجل القرح أو الشیء یستحی منه؟ فقال :لا بأس إلی نصف الساق أو إلی الکعبین، إن رجلا کان ممن قبلکم لبس بردة فتبختر فیها، فنظر الله إلیه، من فوق عرشه، فمقته، فأمر الأرض فأخذته، فهو یتجلجل بین الأرض فاحذروا وقائع الله۔

(مسند ابی جری جابر بن سلیم ہجیمی تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابوتمیمہ ہجیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو جری جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اپنی سواری پر سوار ہو کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طلب میں مکہ آیا، دیکھا تو آپ تشریف فرما ہیں، میں نے کہا : السلام علیک یارسول اللہ! علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا علیک، میں نے عرض کیا ہم دیہاتی لوگوں میں سخت مزاجی ہوتی ہے آپ ﷺ مجھے کوئی ایسی بات سکھا دیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے۔ آپ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرا اور کسی نیکی یا بھلائی کو حقیر نہ سمجھنا، اور ازار (شلوار) لٹکانے سے بچنا، کیونکہ یہ تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ کسی متکبر کو پسند نہیں کرتا، اتنے میں ایک شخص نے کہا : یارسول اللہ ﷺ آپ نے ازار لٹکانے کا ذکر کیا، بعض دفعہ کسی انسان کی پنڈلی پر کوئی دانہ، پھوڑہ یا کوئی قابل حیا چیز ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا : آدھی پنڈلی اور ٹخنوں تک کوئی حرج نہیں تم سے پہلے کسی شخص نے

ایک چادر اوڑھی اور اس میں اترانے لگا اللہ تعالیٰ نے عرش سے اس کی طرف دیکھا، اور اس سے ناراض ہو کر زمین کو حکم دیا (کہ اسے نگل) تو زمین نے اسے پکڑ لیا سو وہ زمین کے درمیان حرکت کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کے (عذاب کے) واقعات سے بچو۔

(ابونعیم، کنز العمال، رقم ۸۸۷۰: ،ج،۳،ص،۳۳۲،۳۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

هذا باب فی بیان حکم من جر إزاره من غیر قصد التخییل فإنه لا بأس به من غیر کراهة وکذلک یجوز لدفع ضرر یحصل له کأن یکون تحت کعبیه جراح أو حکة أو نحو ذلک إن لم یغطها تؤذیه الهوام کالذباب ونحوه بالجلوس علیها ولا یجد مایسترها به إلا إزاره أو ردائه أو قمیصه وهذا کما یجوز کشف العورة للتداوی وغیر ذلک من الأسباب المبیحة للترخص وقال شیخنا زین الدین، وأما جوازه لغیر ضرورة لا لقصد الخیلاء فقال النووی إنه مکروه ولیس بحرام ، وحکی عن نص الشافعی رضی اللہ تعالی عنہ، التفرقة بین وجود الخیلاء وعدمه۔

ترجمہ: جس شخص نے بغیر قصد تکبر تہبند ٹخنوں کے نیچے رکھا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے نہ کوئی حرج ہے، اسی طرح کسی ضرر کو دور کرنے کے لیے بھی لباس لٹکانا جائز ہے مثلاً اس کے ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم ہو یا خارش ہو، یا اگر وہ ٹخنوں کو نہ ڈھانپے تو اس پر مکھیاں اور دیگر حشرات الارض کے بیٹھنے کا خطرہ ہو، اور لمبی قمیص یا لمبے تہبند کے علاوہ کوئی چیز ڈھانپنے کے لیے میسر نہ ہو، یہ ایسا ہے جیسا کہ علاج کے لیے شرمگاہ کو کھولنا جائز ہے، ہمارے شیخ زین الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا : اگر کوئی عذر نہ ہو اور نہ ہی تکبر کا قصد ہو تو پھر علامہ نووی نے فرمایا ہے کہ یہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تصریح کی ہے کہ تکبر کی نیت سے اور بغیر تکبر کے کپڑا لٹکانے میں فرق ہے۔

(عمدۃ القاری کتاب اللباس ج ۲۱ ص ۴۳۷، ۴۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

یعنی آن پاره از قدم زیر شتا لنگ که بروی از ار مسبل ست وبعضے گویند معنی آنست که این فعل مذموم ست و از افعال نارست کذا قال الطیبی۔ رواه البخاری تنبیه بدانکه جر و اسبال اکثر در ازار درو دیافته و وعید شدید در آن آمده تا آنکه فرمود سبل از ارا که که نماز میگزارد باعاده نماز و وضو چنانکه در اوائل کتاب گذشت و در احادیث آمده که در شب نصف شعبان همه آمرزیده شوند الاعاق و مدمن خمر و مسبل ازار و تحقیق آنست که اسبال در جمیع ثیاب رود هر چه که زیاده بر قدر حاجت و وفق سنت بود اسبال ست و باعث تخصیص باز از بجهت کغرت وقوع است و چه لباس اکثر مردم در عهد نبوت روا و ازار بود و در فصل ثانی از ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما، آمده که آنحضرت فرمود ﷺ الاسبال فی الازار و القمیص و العمامة من جر منها شیئاً خیلاء الحدیث۔ و در حدیث اول از ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما که پیش ازین حدیث مذکور شد جر ثوبه مطلق شده و عزیمت در ازار تا نصف ساق ست و ازار آنحضرت ﷺ این چنین بودی و فرمود ازار مومن تا نصف ساق ست و رخصت تا بالا می شتالنگ و حکم وامان قبا و پیراهن نیز همین ست و سنت در آستینها تا بند دست هست و اسبال در عمامه بارسال عذبه زیادت بر عادتعدد او وغایت آن تا نصف ظهر ست و زیاده بران بدعت و داخل اسبال محرم و این توسیع و تطویل که در بعضے از دیار عرب متعارف شده است خلاف سنت و هر چه از ان بطریق خیلاء ست حرام و انچه بطریق عرف و عادت شائع شده و شعار قومی گشته لا

باس به است اگرچه افراط خالی از کراهت نیست و اسبال مرزنان رانیز حرام است،ودرحق ایشان زیادتی بر مردان بقدر شبر و بقدر ذراع که در شبر ست نیز رخصت ست بلکه مستحب ست بقصد تستر۔

یعنی قدم کا وہ حصہ جو ٹخنوں سے نیچے ہے اور اس پر تہبند بطور فخر لٹکایا ہوا ہے۔ بعض شارحین نے کہا مطلب یہ ہے کہ یہ فعل مذموم ہے اور اہل نار کے افعال میں سے ہے۔ اسی طرح علامہ طیبی نے بیان کیا۔

تنبیہ:۔ خیال رہے کہ اکثر طور پر گھسیٹنے اور لٹکانے کی مذمت تہبند کے بارے میں واقع ہوئی ہے اور اس پر شدید وعید واقع ہوئی ہے یہاں تک کہ تہبند لٹکانے والے کو اس حال میں ادا کی گئی نماز اور وضو کے لوٹانے کا حکم دیا۔ جیسے کہ مشکوٰۃ شریف کے ابتدائی حصے میں گزرا۔ احادیث میں آیا ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات میں سب بخش دیئے جاتے ہیں سوائے والدین کے نافرمان، عادی شرابی، اور چادر لٹکانے والے کے، اور تحقیق یہ ہے کہ لٹکانا تمام کپڑوں میں پایا جاتا ہے، جو کپڑا سنت کی موافقت اور حاجت سے زیادہ ہو وہ اسبال (لٹکانے) میں داخل ہے، تہبند کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس میں یہ عمل عموماً زیادہ واقع ہوتا ہے کیونکہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں اکثر لوگوں کا لباس تہبند اور اوپر لینے والی چادر تھا۔ دوسری فصل میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لٹکانا تہبند، قمیص اور عمامہ میں پایا جاتا ہے، جس نے ان میں سے کسی چیز کو بطور تکبر لٹکایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا، اس حدیث سے پہلے مذکور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں مطلق کپڑے کے گھسیٹنے کا ذکر ہے۔ تہبند میں اصل یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک ہو۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تہبند اسی طرح ہوتا تھا، اور ارشاد فرمایا کہ مومن کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہے اور ٹخنے سے اوپر تک رخصت

ہے، قبا اور پیراہن کے دامن کا بھی یہی حکم ہے۔

آستین میں سنت یہ ہے کہ ہاتھ کے جوڑ تک ہو، عمامہ میں لٹکانا یہ ہے کہ شملہ لمبائی میں عام عادت سے زیادہ ہو۔ اس کی انتہا یہ ہے کہ نصف پشت تک ہو۔ اس سے زیادہ بدعت ہے اور حرام لٹکانے میں داخل ہے۔ عرب کے بعض علاقوں میں جو لمبائی اور چوڑائی میں زیادتی پائی جاتی ہے۔ خلاف سنت ہے۔ اور اگر بطور تکبر ہو تو حرام ہے اور جو عرف اور عادت اور کسی قوم کی علامت کے طور پر ہو جائے تو اس میں حرج نہیں ہے، اگرچہ زیادتی کراہت سے خالی نہیں ہے، کپڑے کا حاجت سے زیادہ لٹکانا عورتوں کے لئے بھی حرام ہے۔ مردوں کی نسبت ان کے لئے ایک بالشت اور وہ کافی نہ ہو تو ایک ہاتھ کی زیادتی کی رخصت ہے بلکہ مستحب ہے تا کہ ستر کا مقصد پوری طرح حاصل ہو۔ اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب اللباس، ج۳، ص۵۷۴، ۵۷۵، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

چوتھی قسم: وہ احادیث جن میں اسبال کو دیکھ کر اصلاح کی گئی ہے۔

(۱) عن الاشعث بن سلیم قال سمعت عمّتی فحدثت عن عمها قال بینما انا امشی بالمدینة اذا انسان خلفی یقول ارفع ازارک فانه اتقی و ابقی فالتفت فاذا هو رسول الله ﷺ فقلت یا رسول الله انما هی بردة ملحاء قال امالک فی اسوة؟ فنظرت فاذا ازاره الی نصف ساقیه۔

حضرت عبید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں مدینہ طیبہ میں چل رہا تھا کہ اچانک کسی نے پیچھے سے آواز دے کر مجھے کہا ''ارفع ازارک فانه اتقی و ابقی'' اپنی چادر کو اوپر اٹھاؤ کیونکہ اس میں (تیرے دل کی تکبر سے) زیادہ صفائی اور (تیرے کپڑے کی) بقاء ہے، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ (آواز دینے والے) رسول اللہ ﷺ تھے، میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ ایک ہلکی اور کم قیمت چادر ہے (لہٰذا اگر نیچے لگ کر ضائع بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ کے لئے میرے طرزِ

حیات میں نمونہ نہیں؟ میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کا ازار مبارک نصف پنڈلی تک اٹھا ہوا تھا۔

(شمائل ترمذی ۸، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

(۲) عن ابی هريرة رضي الله عنه قال بينما رجل يصلي مسبلاً ازاره فقال له رسول الله ﷺ اذهب فتوضا فذهب فتوضا ثم جاء فقال اذهب فتوضا فقال له رجل يارسول الله مالك امرته ان يتوضا ثم سكت عنه ثم قال انه كان يصلي وهو مسبلٌ ازاره وان الله لا يقبل صلوٰة رجل مسبل۔ (ابو داؤد ۲/۵۶۵، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنا تہبند (ٹخنوں سے نیچے) لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: جاؤ وضو کر آؤ، وہ چلا گیا پھر وضو کیا، پھر آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ وضو کر کے آؤ، تو ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے اس کو وضو کرنے کا حکم کیوں فرمایا؟ پھر وہ خاموش ہو گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نماز پڑھ رہا تھا اس حال میں کہ اس نے اپنا ازار (ٹخنوں سے نیچے) لٹکایا ہوا تھا اور بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جس نے ازار (ٹخنوں سے نیچے) لٹکایا ہو"

فائدہ: آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تکبر کی وجہ سے لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی، بلکہ مطلق ارشاد فرمایا۔

اس طرح گزری ہوئی حدیث میں حضرت عبید اللہ بن خالد سے بھی یہ نہیں پوچھا کہ آپ نے تکبر کی وجہ سے لٹکایا ہے بلکہ مطلق کپڑا لٹکا ہوا دیکھ کر ان کو منع فرمایا۔

قال الهيثمي: رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح۔ (مجمع الزوائد ج۵ ص۱۲۵)

بعض حضرات نے اس حدیث کو ابوجعفر انصاری مدنی راوی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ مقبول درجے کے راوی ہیں، ان سے امام بخاری نے ادب المفرد اور افعال العباد میں اور نسائی نے الیوم واللیلہ میں اور امام ابوداؤد، امام ترمذی وغیرہ نے سوائے مسلم کے

روایات لی ہیں۔

اور علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو مقبول قرار دیا ہے اور امام ترمذی نے ان کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے، اور بعض نے جو ان کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مجہول قرار دیا ہے، یا ان کا نام محمد بن علی قرار دیا ہے، یہ درست نہیں، کیونکہ ان کا پورا نام ابوجعفر محمد بن ابراہیم مؤذن انصاری مدنی ہے۔

روى له البخاري في الأدب وفي أفعال العباد والنسائي في اليوم الليلة والباقون سوى مسلم۔ روى له النسائي حديث النزول، وروى له الباقون حديث: ثلاث دعوات مستجابات لاشك فيهن وقال الترمذي: لايعرف اسمه۔

(تهذيب الكمال ج۳۳ س۱۹۱)

وقال ابن حبان في صحيحه: هو محمد بن علي بن الحسين۔

قلت: وليس هذا بمستقيم لان محمد بن علي لم يكن مؤذنا لان أبا جعفر هذا قد صرح بسماعه من أبي هريرة في عدة أحاديث، وأما محمد بن علي بن الحسين فلم يدرك أبا هريرة فتعين أنه غيره والله تعالىٰ أعلم وفي مصنف ابن أبي شيبة حدثنا أبو معاوية عن الاعمش عن ثابت بن عبيد عن أبي جعفر الانصاري قال دخلت مع المصريين على عثمان فلما ضربوه خرجت اشتد قد ملات فروجي عدوا حتى دخلت المسجد فاذا رجل جالس في نحو عشرة وعليه عمامة سوداء فقال: ويحك ما ورائك؟ قال قلت: والله قد فرغ من الرجل قال فقال تبالكم آخر الدهر۔ قال فنظرت فاذا هو علي بن أبي طالب۔ وبه عن الاعمش عن ثابت بن عبيد عن أبي جعفر الانصاري/قال: رأيت أبا بكر الصديق ولحيته ورأسه كأنهما جمر العضا وقد فرق أبو أحمد الحاكم بين هذا وبين الراوي عن أبي هريرة وأظن أنه هو وعنه أبو داؤد في الصلاة عن يحيى بن أبي كثير

عن أبی جعفر غیر منسوب عن عطاء بن یسار عن أبی ہریرۃ و أظنه هذا۔

(تهذیب التهذیب ج ۱۲، ص ۴۸، ۴۹)

أبو جعفر المؤذن الأنصاری المدنی مقبول من الثالثة و من زعم أنه محمد بن علی بن الحسین فقد وهم۔ (تقریب التهذیب ج ۲ ص ۳۷۵)

أبو جعفر المؤذن الأنصاری المدنی اسمه محمد بن ابراهیم :عن أبی هریرة رضی الله عنه و عنه یحیی بن أبی کثیر حسن الترمذی حدیثه۔ (لسان المیزان، ج ۳ ص ۲۶۹)

امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جس مقام پر ان کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

قال أبو عیسی هذا حدیث حسن و أبو جعفر الرازی هذا الذی و روی عنه یحیی بن أبی کثیر یقال له أبو جعفر المؤذن و لا نعرف اسمه و قد روی عنه یحیی بن أبی کثیر غیر حدیث۔

(ترمذی حدیث نمبر ۳۳۷۰، ابواب الدعوات، باب ماذکر فی دعوۃ المسافر)

(۳) عن عمرو بن میمون .... و جاء رجل شاب فقال ابشر یا امیر المؤمنین ببشری الله لک من صحبة رسول الله ﷺ و قدم فی الاسلام ما قد علمت ثم ولیت فعدلت ثم شهادة قال وددت ان ذلک کفافا لا علی و لا لی فلما ادبر اذا ازاره یمس الأرض قال ردّوا علی الغلام قال یا ابن اخی ارفع ثوبک فانه انقی لثوبک و اتقیٰ لربّک۔

(بخاری شریف ۱/۵۲۴، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

’’حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (امیر المؤمنین کے زخمی ہونے کے بعد) ایک نوجوان شخص آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا اے امیر المؤمنین آپ کو مبارک اور خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے نوازا اور شروع شروع میں اسلام لانے سے نوازا جو کہ آپ کو معلوم ہی ہے۔ پھر آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکمران بنایا گیا پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدل و انصاف کیا اب شہادت کی موت نصیب ہو رہی ہے، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا میں تو چاہتا ہوں کہ یہ (حساب وکتاب میں) نمٹا دیا جائے، نہ میرے اوپر کچھ ہو، نہ میرے لئے کچھ ہو، پھر جب وہ نوجوان واپس جانے لگا تو اس کا تہبند زمین کے ساتھ ٹکرا رہا تھا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :اس نوجوان کو میرے پاس واپس بلاؤ۔ پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :اے بھتیجے! اپنے کپڑے کو اوپر اٹھا لو کیونکہ اس میں تیرے کپڑے کی زیادہ صفائی ہے اور تیرے ربّ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے زیادہ پرہیزگاری ہے۔‘‘

فائدہ :دیکھئے! امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان سے یہ نہیں پوچھا کہ کیا تم نے تکبر کی وجہ سے تہہ بند لٹکا رکھا ہے، بلکہ مطلقاً منع فرمایا۔

(۴) قال الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالیٰ :و اخرج الطبرانی من حدیث ابی امامة ”بینما نحن مع رسول الله ﷺ اذا لحقنا عمرو بن زرارة الانصاری فی حلة ازار و رداء قد اسبل فجعل رسول الله ﷺ یأخذ بناحیة ثوبه یتواضع لله و یقول :عبدک و ابن عبدک و امتک، حتی سمعها عمرو فقال :یا رسول الله انی حمش الساقین، فقال :یا عمرو ان الله قد احسن کل شئ خلقه، یا عمرو ان الله لا یحب المسبل“ الحدیث و أخرجه احمد من حدیث عمرو نفسه ”عن عمرو بن فلان“ و أخرجه الطبرانی ایضاً فقال :”عن عمرو بن زرارة“ و فیه ”و ضرب رسول الله ﷺ باربع اصابع تحت رکبة عمرو فقال :یا عمرو هذا موضع الازار“ الحدیث و رجاله ثقات و ظاهره ان عمروا المذکور لم یقصد باسباله الخیلاء، و قد منعه من ذلک لکونه مظنة۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (جا رہے) تھے

کہ پیچھے عمرو بن زرارہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں آ کر ملے، انہوں نے تہہ بند اور چادر پہنی ہوئی تھی اور وہ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی تھی، تو آپ ﷺ نے اسکے کپڑے کے ایک کنارے کو پکڑا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع کرتے ہوئے فرمایا (یا اللہ! یہ) تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے اور بندی کا بیٹا ہے یہاں تک کہ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی ان باتوں کو سن لیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں پتلی پنڈلی والا ہوں (اس لئے تہہ بند نیچے لٹکا رکھا ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو خوبصورت پیدا فرمایا ہے، اے عمرو! اللہ تعالیٰ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والوں کے ساتھ محبت نہیں فرماتا اور طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھٹنے کے نیچے چار انگلیوں سے مارا اور فرمایا کہ اے عمرو! رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں تک ازار کی جگہ ہے۔" (فتح الباری ۱۰/۳۲۴، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

"حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یہ حدیث ظاہراً اس پر دال ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے تکبر کی وجہ سے ازار نہیں لٹکا رکھی تھی پھر بھی آپ ﷺ نے ان کو منع فرمایا کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے۔"

(۵) قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: واخرج الطبرانی من حدیث الشرید الثقفی قال: "ابصر النبی رجلاً قد اسبل ازارہ فقال: ارفع ازارک فقال: انی احنف تصطک رکبتای، قال: ارفع ازارک، فکل خلق اللہ حسن" واخرجہ مسدد وابو بکر بن ابی شیبۃ من طرق عن رجل من ثقیف لم یسم۔ وفی آخرہ "ذاک اقبح مما بساقک" (فتح الباری ۱۰/۳۲۴، مطبوعہ قدیمی کتبخانہ کراچی)

"حضرت شرید ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنا ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکایا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا ازار اوپر اٹھالو! اس نے کہا کہ میں ٹیڑھے پاؤں والا ہوں، میرے گھٹنے آپس میں ٹکراتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنا

تہہ بند اٹھالو، اللہ تعالیٰ کی تمام پیدا کردہ چیزیں خوبصورت ہیں!" اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اس عیب سے زیادہ قبیح ہے جو آپ کی پنڈلی میں ہے۔"

فائدہ: ظاہر ہے کہ یہ صاحب جو محض اپنا عیب چھپانے کے لئے ڈھانپ رہے تھے نہ کہ تکبر کی وجہ سے، پھر بھی آپ ﷺ نے انہیں منع فرمادیا، معلوم ہوا کہ اپنے اختیار سے ٹخنے ڈھانپنا مطلقاً ممنوع ہے۔

(۶) قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: واخرج النسائی وابن ماجۃ وصححہ ابن حبان من حدیث المغیرۃ بن شعبۃ "رأیت رسول اللہ ﷺ اخذ برداء سفیان بن سھیل وھو یقول: یاسفیان لاتسبل، فان اللہ لایحب المسبلین۔

(فتح الباری ۱۰/۳۲۴، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

"حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ سفیان بن سہیل رضی اللہ عنہ کی چادر کو پکڑ کر فرمارہے تھے: اے سفیان! (چادر کو) نہ لٹکاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ (ٹخنوں سے نیچے) چادر لٹکانے والوں سے محبت نہیں فرماتا۔

فائدہ: یہ نہیں فرمایا کہ جو تکبر سے لٹکائے اس سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں فرماتا بلکہ مطلق ارشاد فرمایا، معلوم ہوا کہ مطلقاً ممنوع ہے۔

عورتوں کا ازار

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلى الله عَلَيهِ وسَلم قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلى الله عَلَيهِ وسَلم عَنْ ذَيْلِ المَرْأَةِ فَقَالَ شِبْرًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ الله إِذًا تَبْدُو أَقْدَامُهُنَّ قَالَ فَذِرَاعًا لا يَزِدْنَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عورت کے دامن کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا: ایک بالشت (مرد سے) زیادہ کرے، میں عرض کیا یا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! پھر تو عورت کے قدم نظر آئیں گے تو ارشاد فرمایا: ایک گز (ہاتھ) زیادہ کرے اور اس سے زیادہ نہ کرے۔

(سنن الدارمی، باب فی ذیول النساء، ج۲، ص۳۶۱)

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ ذَكَرَ الْإِزَارَ: فَالْمَرْأَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ. تُرْخِي شِبْرًا فَقَالَتْ: إِذًا تَنْكَشِفُ عَنْهَا قَالَ»: فَذِرَاعًا لَا تَزِيدُ عَلَيْهِ

ترجمہ: حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حکم فرمایا کہ ازار میں درازی نہ کرنی چاہیے تو میں نے استفسار کیا کہ عورت کو پھر کیا کرنا چاہیے تو آپ ﷺ نے فرمایاا ے کہ عورت اپنی ازار کو ایک بالشت دراز کرے۔ یعنی آدھی پنڈلیوں سے اور لٹکائے اور بعض نے کہا کہ ٹخنوں سے نیچے ایک بالشت تو اس وقت میں نے کہا کہ اگر ایسا بھی کرے تب بھی کھلا رہے گا یعنی بالشت بھر میں بھی ستر کے کھلنے کا احتمال ہے۔ پس اگر پنڈلی کی درازی کی وجہ سے مثلاً فرمایا ستر کھلا رہے تو ایک گز دراز کرے یعنی شرعی گز اور دراز کا معنی یہ ہے کہ پہنچے ایک بالشت یا ایک شرعی گز (ہاتھ) دراز کرے تا کہ یہ مقدار زمین تک پہنچے اور قدم ڈھکے رہیں پھر ممانعت میں مبالغہ کرتے ہوئے فرمایا کہ عورت ایک گز سے زیادہ نہ کرے۔

(سنن ابو داؤد، رقم ۴۱۷ :، وسنن الترمذی، رقم ۱۷۳۱ :، وسنن النسائی، رقم ۵۳۳۶ :، وسنن ابن ماجہ، رقم: ۳۵۸۰، وموطا امام مالک، رقم ۱۳ :، ومسند احمد، ج۶، ص۳۰۹)

مذکورہ بالا حدیث کے تحت عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

رسول کریم ﷺ نے اسبال سے جو مباح فرمایا ہے، وہ صرف ضرورت کے تحت اجازت دی ہے

کیونکہ دامن ڈھیلا کرنے سے منع کرنے کے بعد جو عورت کو اسبال کا حکم دیا ہے وہ صرف اتنی مقدار کہ جس سے وہ اپنا ستر قائم رکھ سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شلوار اور چادر وغیرہ کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا واجب اور نیچے رکھنا حرام ہے۔ (حاشیہ مؤطا امام مالک، فی اسبال الرجل ثوبہ، ص۵۶۱، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

کفِ ثوب

یہ جاننا چاہیے کہ صورت مسئولہ میں جس کف ثوب کا تذکرہ ہے اور جس سے نماز کے مکروہ ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے یہ بعض علماء اہل سنت کی تحقیق ہے کیونکہ جمہور فقہائے احناف، افغانستان کی اکثریت اور پاکستان کے دیہاتی اور قبائلی علاقہ جات اور دیگر ممالک کے علماء اہل سنت کے ہاں صورت مسئولہ میں نماز میں کوئی کراہت نہیں پائی جاتی اور نماز بلا کراہت جائز ہے، اسی طرح علماء دیوبند بھی اس مسئولہ طریقے اور کیفیت پر نماز کے جواز اور عدم کراہت کے قائل ہیں یعنی ان کے نزدیک بھی اگر کسی نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اس نے شلوار یا پتلون کو نیفے یا پائنچے سے موڑا ہوا ہو تو اس کی نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ نہیں ہے کیونکہ ان جمہور فقہائے احناف، اکثر علماء اہل سنت کے ہاں کف ثوب کی وہ تعریف نہیں ہے جو بعض علماء اہل سنت کرتے جس سے مکروہ قرار دی جائے۔

علماء دیوبند کے حکیم الامت لکھتے ہیں: مسئلہ: نماز میں ادھر ادھر سے اپنے کپڑے کو سمیٹنا، سنبھالنا کہ مٹی نہ بھرنے پاوے مکروہ ہے۔

(بہشتی زیور، ص۳۳، حصہ دوم، جو چیزیں نماز میں مکروہ اور منع ہیں ان کا بیان، ایچ ایم سعید)

امام اہلسنت مجدد دین وملت حضرت شاہ احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز میں آستین چڑھانے کے مسئلے میں مسلم شریف کی دو حدیثیں لکھنے کے بعد فقہائے احناف کے حوالے سے لکھتے ہیں: تمام متون مذہب میں ہے: کرہ کف ثوبہ (کپڑوں کو اٹھانا مکروہ ہے ....اور بعض کتابوں میں ہے کرہ لف ثوبہ۔

غنیۃ میں ہے: یکرہ ان یکف ثوبہ وھو فی الصلوۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین

یدیه او من خلفه عند السجود او یدخل فیها وهو مکفوف کما اذا دخل وهو مشمر الکم او الذیل۔ عمل قلیل کے ساتھ نماز میں کپڑا چڑھانا مکروہ ہے یا بایں طور کہ پیچھے یا آگے سے سجدہ کے وقت اٹھائے یا نماز میں کپڑا اٹھائے ہوئے داخل ہونا جیسا کہ نماز میں داخل ہوتے وقت اس نے آستین یا دامن چڑھایا ہوا تھا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۷ ص ۳۱۰-۱۱، باب مکروہات الصلوۃ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں : کپڑے یا بدن یا داڑھی کے ساتھ کھیلنا، کپڑا سمیٹنا مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھا لینا اگرچہ گرد سے بچانے کے لئے ہو اور اگر بلا وجہ ہو تو اور زیادہ مکروہ، کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں طرف کنارے لٹکتے ہوں یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔ (عامہ کتب)

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۶۲، مکروہات کا بیان، شیخ غلام علی، کراچی)

امام احمد رضا خان محدث بریلوی اور مفتی محمد امجد اعظمی کی عبارات سے معلوم ہوا کہ کف ثوب یعنی کپڑا سمیٹنا اس کو کہتے ہیں کہ جب نمازی سجدہ کے لئے جاتا ہے تو وہ اپنے کپڑے کو مٹی سے بچانے کے لئے یا بغیر کسی وجہ کے اٹھاتا ہے تو یہ مکروہ ہے نہ کہ نماز سے پہلے پائنچے یا نیفہ سے موڑنا۔

یاد رہے کہ بہار شریعت کی تیسری جلد پر امام احمد رضا خان محدث بریلوی کی تصدیق و تقریظ بھی موجود ہے۔

کف ثوب کی یہی تعریف اور کیفیت جمہور فقہائے احناف، امام احمد رضا خان محدث بریلوی سمیت اکثر علماء اہل سنت اور علماء دیوبند نے بیان کی ہے۔ اگرچہ بعض علماء اہلسنت یوں لکھتے ہیں:

پائنچوں کو نیچے سے موڑ لینا یا ازار بند کی جگہ سے اڑس لینا "کف ثوب" ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی کے حکم میں ہے۔

درج بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ بعض علماء بریلوی نے کف ثوب کے حکم کے ساتھ ساتھ "کف ثوب ہونے کی وجہ سے" جمہور فقہائے احناف، اکثر علماء اہلسنت، امام احمد رضا خان محدث بریلوی اور مفتی محمد امجد اعظمی رحمہم اللہ کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور کف ثوب کی ایسی تعریف بیان فرمائی ہے جو ان علماء نے نہیں کی، جس کی وضاحت آرہی ہے۔

اب ہم احادیث مبارکہ اور فقہ حنفی سے کف ثوب اور لف ثوب کی وضاحت کرتے ہیں کہ کف ثوب اور لف ثوب کیا ہے جو مکروہ ہے۔

امام بخاری لکھتے ہیں :**عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال امر النبی ﷺ ان یسجد علی سبعة اعضاء ولا یکف شعرا ولا ثوبا الجبهة والیدین والرکبتین والرجلین۔** یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا : آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ سات اعضاء یعنی پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر سجدہ کریں اور موئے مبارک اور کپڑے کو نہ سمیٹیں۔

(بخاری ص ۱۱۲ ج ۱ باب السجود علی سبعة اعظم نور محمد کراچی)

فقہائے احناف کف ثوب کے بارے میں لکھتے ہیں:

(۱) علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :**ای رفعه بین یدیه او من خلفه اذا اراد السجود وقیل ان یجمع ثوبه ویشده فی وسطه۔۔۔ ولما فیه من التجبر المنافی لوضع الصلوة وهو الخشوع والخضوع۔** کف ثوب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑے سمیٹنا۔ ایک قول یہ ہے کہ کپڑے لپیٹ کر درمیان سے باندھ لینا (اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ) اس میں تجبر (تکبر) کی ایک قسم پائی جاتی ہے جو نماز کے مقصد یعنی خشوع وخضوع کے منافی ہے۔

(امداد الفتاح، ص ۳۷۹ فصل فیما یکرہ فی الصلوۃ، صدیقی پبلشرز کراچی)

(۲) علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :**(وقیل ان یجمع ثوبه الخ) لانه صنیع اهل الکتاب ۔۔۔ (قوله لما فیه من التجبر) قال فی منیة المصلی ویکره کل ما کان من**

اخلاق الجبابرۃ۔ ''ایک قول یہ ہے کہ کپڑے لپیٹ کر درمیان سے باندھ لینا کیونکہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے۔۔۔اس میں ایک قسم کا تکبر ہے،منیۃ المصلی میں ہے کہ متکبرین کا کوئی بھی عمل نماز میں مکروہ ہے۔''
(طحاوی،ص۳۵۰،فصل فیما یکرہ فی الصلوۃ،قدیمی کراچی)

(۳) شیخ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں : (وقولہ ولا یکف ثوبہ) والکف ان یرفع الثوب من بین یدیہ او من خلفہ اذا اراد السجود کذا فی المغرب۔ (شارح کا قول کپڑے نہ سمیٹنے) کف ثوب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑے سمیٹ لئے جائے۔
(کفایہ علی الہدایہ،مع فتح القدیر ص۳۵۹،ج۱،فصل ویکرہ للمصلی الخ،حقانیہ پشاور)

(۴) ابی محمد محمود بن احمد العینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کف ثوب کی تعریف یوں لکھتے ہیں : المراد من کف الثوب القبض والضم وأن یرفعہ من بین یدیہ أو من خلفہ اذا أراد السجود۔ یعنی کف ثوب سے مراد ہے کہ کپڑوں کو ضم کر لینا، یا سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑے سمیٹ لینا۔ (البنایہ،ج۲،ص۵۳۲)

(۵) عبد الرحمن الجزیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز کی مکروہات کے بارے میں باب لگاتے ہیں : {رفع المصلی ثوبہ من خلفہ أو قدامہ وھو یصلّی۔} منہا رفع ثوبہ بین یدیہ أو من خلفہ فی الصلاۃ لقولہ ﷺ :''أمرت أن أسجد علی سبعۃ أعظم وأن لا أکف شعراً ولا ثوباً'' ورواہ الشیخان۔ بعض مکروہات میں سے یہ ہے کہ کپڑوں کو نماز میں آگے سے یا پیچھے سے سمیٹ لینا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ میں کپڑے نہ سمیٹوں اور بالوں کی چوٹی نہ بناؤں۔
(کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعۃ،ج۱،ص۲۵۰)

(۶) علامہ سید احمد الطحاوی الحنفی لکھتے ہیں : (وکرہ کفہ) سواء کان من بین یدیہ أو من خلفہ عند الانحطاط۔ یعنی کف ثوب مکروہ ہے اور اس کی تعریف یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ

نمازی سجدہ میں جاتے وقت کپڑوں کو آگے سے یا پیچھے سے سمیٹ لے۔
(حاشیہ طحطاوی ج۱،ص۲۷۰)

(۷) البرجندی شرح المختصر الوقایہ میں ہے : وکفہ ای کف الثوب وھو القبض والضم وان یرفعہ بین یدیہ او من خلفہ اذا اراد السجود۔ یعنی کف ثوب یہ ہے کہ کپڑوں کو ضم کر لینا یا سجدہ میں جاتے وقت آگے سے یا پیچھے سے سمیٹ لینا۔ (ج۱،ص۱۳۰)

(۸) علامہ ابوبکر بن علی بن محمد حدادیمنی لکھتے ہیں : ولا یکف ثوبہ وھو ان یرفعہ من بین یدیہ او من خلفہ اذا اراد السجود قال علیہ السلام امرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم لا اکف ثوبا ولا اعقص شعرا۔ نمازی کپڑے کو نہ سمیٹے اور وہ یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑے سمیٹے لئے جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا : مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ میں کپڑے نہ سمیٹوں اور بالوں کی چوٹی نہ بناؤں۔
(الجوہرۃ النیرۃ،ص۷۵،ج۱،باب صفۃ الصلوۃ،قدیمی کراچی)

(۹) علامہ شمس الدین محمد خراسانی قہستانی لکھتے ہیں : (وکفہ) ای ضم الثوب ورفعہ من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود کما فی الکرمانی۔ (کف ثوب یہ ہے) کہ سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑے سمیٹنا اور اٹھانا جیسا کہ کرمانی میں ہے۔
(جامع الرموز،ص۱۹۴،ج۱،فصل یفسد الصلوۃ،ایچ ایم سعید)

(۱۰) امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعۃ ابن مازہ البخاری لکھتے ہیں : کذلک یکرہ لہ ان یکف ثیابہ او یرفعھا لئلا یتترب لان فیہ نوع تجبر ویکرہ للمصلی ما ھو من اخلاق الجبابرۃ۔

ترجمہ: اسی طرح نمازی کے لئے مکروہ ہے کہ وہ (سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے) کپڑے سمیٹے یا اٹھائے تاکہ مٹی میں نہ لگے۔اور اس میں تجبر (تکبر) کی ایک قسم پائی جاتی ہے اور

نمازی کے لئے متکبرین کی روش اختیار کرنا مکروہ ہے۔

(المحیط البرہانی ص ۱۳۹، ج ۲، الفصل الرابع : مایکرہ فی الصلوۃ، ادارۃ القرآن کراچی)

(۱۱) علامہ کاسانی لکھتے ہیں :**ویکرہ ان یکف ثوبہ لما روی عن النبی ﷺ انہ قال امرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم وان لا اکف ثوبا ولا اکف شعرا ولان فیہ ترک سنۃ وضع الید۔** نمازی کے لئے کپڑا سمیٹنا مکروہ ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا : مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ میں کپڑوں کو نہ سمیٹوں اور بالوں کی چوٹی نہ بناؤں اور اس میں (ناف پر) ہاتھ رکھنے کے سنت طریقے کا ترک آرہا ہے۔

(بدائع الصنائع ص ۲۱۶ ج ۱ الفصل واما بیان مایستحب فیہا ومایکرہ، رشیدیہ، کوئٹہ)

(۱۲) فتاویٰ عالمگیری میں ہے :**یکرہ للمصلی۔۔۔ ان یکف ثوبہ بان یرفع ثوبہ من بین یدیہ او من خلفہ اذا اراد السجود کذا فی معراج الدرایۃ۔** اسی طرح نمازی کے لئے مکروہ ہے کہ وہ سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑے سمیٹے یا اٹھائے جیسا کہ معراج الدرایہ میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج ۱ ص ۱۰۵، باب السابع فیما یفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ ومالا یکرہ، رشیدیہ، کوئٹہ)

(۱۳) علامہ عالم بن علاء انصاری دہلوی لکھتے ہیں :**وکذلک یکرہ لہ ان یکف ثوبہ او یرفعہ لئلا یتترب۔** اسی طرح نمازی کے لئے مکروہ ہے کہ وہ (سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے) کپڑے سمیٹے یا اٹھائے تا کہ مٹی نہ لگے۔

(۱۴) علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں :**ویکرہ ایضا کف ثوبہ۔۔۔ وھو رفعہ بین یدیہ او من خلفہ اذا اراد السجود۔** کف ثوب مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑے سمیٹ لئے جائیں۔

(النہر الفائق ص ۲۸۱، ج ۱، باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا، امدادیہ ملتان)

(۱۵) علامہ حصکفی لکھتے ہیں :**وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم او ذیل۔** کپڑا

اٹھانا اور چڑھانا مکروہ ہے اگرچہ مٹی سے بچانے کے لئے ہو، جیسا کہ آستین یا دامن کو چڑھانا۔

(الدر المختار ص ۶۴۰، ج ۱، الباب، مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا، ایچ ایم سعید، کراچی)

(۱۶) علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں :**(قولہ رفعہ) ای سواء کان من بین یدیہ او من خلفہ عند الانحطاط للسجود۔ بحر۔** ماتن کا قول کپڑے سمیٹنا، خواہ آگے سے ہو یا پیچھے سے، جب سجدہ کے لئے جھکتا ہو۔

(الدر المختار ص ۶۴۰، ج ۱، الباب، مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا، ایچ ایم سعید، کراچی)

(۱۷) علامہ شلبی لکھتے ہیں :**وھو ان یضم اطرافہ اتقاء التراب ونحوہ۔** کف ثوب یہ ہے کہ کپڑے کے کنارے مٹی سے بچانے کے لئے سمیٹ لئے جائیں۔

(حاشیہ علی تبیین الحقائق ص ۴۱۰، ج ۱، کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا، ایچ ایم سعید، کراچی)

احادیث مبارکہ اور فقہاء کے اقوال میں لفظ ''کف'' آیا ہے جس کا مطلب سمیٹنا ہے اسی طرح بعض فقہاء کرام کی عبارات میں لفظ ''لف'' آیا ہے، جیسا کہ خلاصہ میں ہے :**لف الثوب۔۔۔ الخ (الباب السادس فی المکروھات)**۔ اس کا ترجمہ کف ہی کی طرح ہے، جیسا کہ صاحب خلاصہ نے خود اس کی وضاحت کی ہے :**وھو رفع الثوب من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود وھو نوع تجبر۔**

اجلہ حنفی فقہائے کرام کی عبارات سے معلوم ہوا کہ کف ثوب اور لف ثوب اس کو کہتے ہیں کہ جب نمازی سجدہ کے لئے جائے تو اپنے کپڑوں کو مٹی سے بچانے کے لئے یا بلا وجہ آگے یا پیچھے سے اٹھائے، ان مذکور فقہاء نے وہ تعریف نہیں کی جو بعض علماء اہلسنت نے کی کہ نماز سے پہلے شلوار یا پتلون کے پائنچوں یا نیفے کو موڑ کر لپیٹ لیا جائے، اور ان فقہاء نے (سوائے علامہ شامی کے جس کی وضاحت آرہی ہے) اس کے ساتھ یہ بھی نہیں لکھا کہ اس سے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ کف ثوب کی تعریف یہی ہے جو عبارات فقہ سے معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ

کف ثوب مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

کیا کف ثوب مکروہ تحریمی ہے؟

بعض علماء اہلسنت نے کف ثوب (جس کی تعریف فقہاء احناف کی عبارات سے واضح کر دی گئی یعنی سجدہ کے لئے جاتے ہوئے کپڑوں کو سمیٹنا) کو علامہ شامی کے حوالے سے مکروہ تحریمی قرار دیا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے بارے میں فرمایا : وحرر الخیر الرملی ما یفید ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ۔ علامہ خیر الدین رملی نے لکھا ہے کہ کف ثوب مکروہ تحریمی ہے۔

(شامی ص ۶۴۰، ج ۱، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، ایچ ایم سعید، کراچی)

علامہ رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول جم غفیر فقہائے احناف کے مقابلے میں واجب القبول نہیں ہے یہ ان کی اپنی تحقیق ہے جس کی طرف کسی اور فقیہ نے التفات نہیں فرمایا، اور علامہ رملی (علامہ رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ مجتہد نہیں ہیں اور اگر مجتہد مان بھی لیا جائے پھر بھی ان کا قول خلاف مذہب ہونے کی وجہ سے نہیں مانا جائے گا) نے کف ثوب کی کراہت تحریمی کی کوئی علت اور دلیل بھی ذکر نہیں فرمائی حالانکہ علامہ شامی نے مکروہ تحریمی کی تعریف فرماتے ہوئے لکھا ہے : قلت : وَيُعْرَفُ أَيْضًا بِلَا دَلِيلِ نَهْيٍ خَاصٍّ، بِأَنْ تَضَمَّنَ تَرْكَ وَاجِبٍ أَوْ تَرْكَ سُنَّةٍ. فَالْأَوَّلُ مَكْرُوهٌ تَحْرِيمًا، وَالثَّانِي تَنْزِيهًا۔ میں (شامی ج ۱ ص ۶۳۹ مطلب فی الْكَرَاهَةِ التَّحْرِيمِيَّةِ وَالتَّنْزِيهِيَّة) کہتا ہوں کہ مکروہ کی پہچان اس طرح بھی ہوتی ہے کہ اگرچہ اس میں کسی خاص نہی کی دلیل نہ ہو بایں طور کہ وہ کسی واجب یا سنت کے ترک کو متضمن ہو تو اس صورت میں پہلا (جب واجب ترک ہو جائے تو) مکروہ تحریمی ہے، اور دوسرا (جب سنت ترک ہو جائے تو) مکروہ تنزیہی ہے۔

اور یہ معلوم ہوا کہ کف ثوب کے عمل سے کسی ایسے عمل کا ترک لازم نہیں آتا جو نماز کے واجبات میں سے ہو۔ بلکہ علامہ شامی نے خود بحر کے حوالے سے اس کراہت تحریمیہ کا رد فرمایا ہے،

لکھتے ہیں :

وقیل لا بأس بصونه عن التراب۔ بحر عن المجتبیٰ۔

اگر مٹی سے کپڑوں کو بچانے کے لئے کپڑے سمیٹ لئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے (یعنی مکروہ نہیں ہے)۔ (شامی ص ۶۴۰، ج ۱، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، ایچ ایم سعید، کراچی)

معلوم ہوا کہ علامہ رملی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول واجب العمل والافتاء نہیں ہے (بلکہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ حق وہی ہوتا ہے جو جمہور کہتا ہے کمافی البدر الساری الی فیض الباری ج ۲ ص ۱۶۴ مکتبہ عزیزیہ فلعمل علی ماعلیہ جمهور العلماء فتح الملهم ج۲ ص ۴۴۰ وبالجملة ان مذهب الامام وهو مذهب المنصور والیه ذهب الجمهور فیض الباری ج ۴ ص ۱۸۴) کہ جمہور کے مقابلے میں ایک قول کو لے کر کف ثوب پر کراہت تحریمی کا فتویٰ لگا کر لوگوں کی نماز کو واجب الاعادہ قرار دیا جائے۔ (یاد رہے کہ کراہت کا یہ اختلاف اس کف ثوب کے بارے میں ہے جس کی تفصیل اور وضاحت فقہائے احناف کی عبارات میں کر دی گئی ہے، پائنچے موڑنے یا نیفہ سے شلوار کو اڑسنے کو کسی فقیہ نے حتی کہ امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی محمد امجد اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کف ثوب کی تعریف میں ذکر نہیں فرمایا بلکہ سب حضرات نے حدیث کی روشنی میں کف ثوب کی تعریف یہ کی ہے کہ سجدہ کے لئے جاتے ہوئے کپڑوں کو سمیٹنا اور اٹھانا۔)

کف ثوب مکروہ نہیں ہے :

بعض فقہاء احناف نے کف ثوب کو مکروہ بھی قرار نہیں دیا، اور جنہوں نے مکروہ قرار دیا اس کی دو علتیں ذکر فرمادیں، ایک یہ کہ اس میں متکبرین کی نشانی پائی جائے اور دوسرے یہ کہ اس میں اہل کتاب (غیر مسلموں) سے تشبیہ آتی ہے، جیسا کہ عباراتِ فقہاء سے معلوم ہو چکا ہے۔ اب اگر یہ علت بھی نہ ہو تو (حکم) کراہت بھی ختم ہو جائے گی اس لئے بعض علماء نے کف ثوب کو مکروہ قرار نہیں دیا بلکہ کپڑے چڑھا کر نماز ادا کرنا خود رسول اللہ ﷺ سے بھی ثابت ہے اور اگر آپ ﷺ کے

اس عمل کو دیکھ کر اگر کوئی اس طریقے پر (کپڑا سمیٹ کر) نماز پڑھے گا تو مکروہ نہیں بلکہ مستحب قرار دینا چاہیئے اور یہی محبت رسول اللہ ﷺ کا تقاضا بھی ہے کہ محبوب کی ادا بھی محبوب ہونی چاہیئے نہ کہ مکروہ۔

امام بخاری لکھتے ہیں :وَعَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ» :رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -، وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ، ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخَذَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ. مُشَمِّرًا صَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيِ الْعَنَزَةِ.

ابو جحیفہ نے کہا میں نے بلال کو دیکھا کہ نیزہ لا کر زمین میں گاڑ دیا پھر اقامت کہی میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حلہ کو چڑھائے (سمیٹے) آئے اور نیزہ کی طرف دو رکعتیں پڑھیں اور میں نے لوگوں کو اور جانوروں کو آپ ﷺ کے سامنے نیزے کے آگے چلتے دیکھا۔

(بخاری ص ۵۴ ج ۱ باب فی الثوب الاحمر قدیمی کراچی)

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: رواه الثوری عن عون بن ابی جحیفة فقال فی حدیثه کأنی انظر الی بریق ساقیة قال الاسماعیلی :وهذا هو التشمیر، ویؤخذ منه ان النهی عن کف الثوب فی الصلوة محله فی غیر ذیل الازار۔

ثوری نے عون بن ابی جحیفہ سے روایت کی کہ انہوں نے اپنی حدیث میں فرمایا : گویا میں رسول اللہ ﷺ کی پنڈلیوں کی چمک کو دیکھ رہا ہوں' اسماعیلی نے کہا یہی تشمیر (کپڑے کو چڑھانا، سمیٹنا) ہے۔اس حدیث سے یہ نتیجہ لیا جاسکتا ہے کہ نماز میں جس کف ثوب سے منع کیا گیا ہے اس کا محل تہبند (یا شلوار وغیرہ) کے علاوہ کپڑوں کو سمیٹنا اور چڑھانا ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ص ۳۶۹ ج ۱۲ کتاب اللباس باب التشمیر فی الثیاب مکتبہ مصطفی البابی مصر) (ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، ج ۱۲ ص ۵۰۸ کتاب الباس، باب التشمیر فی الثیاب، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان)

درج بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے ازار (تہبند) مبارک کو اتنا اونچا کر کے نماز پڑھی کہ آپ ﷺ کی پنڈلی مبارک کی چمک بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دیکھ لی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شلوار اوپر چڑھا کر (نیفہ سے یا پائنچوں سے موڑ کر) نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں کیونکہ یہ ممنوع کف ثوب کا مقام نہیں ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں : التشمیر :بالشین المعجمة ازاره اذا رفعه ---وفیه التشمیر فی الصلوٰة مباح وعند المهنة والحاجة الیه وهو من التواضع ونفی التکبر والخیلاء۔ تشمیر شین کے ساتھ شمر ازارہ سے مشتق ہے جب کوئی کپڑے اٹھائے (سمیٹے) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نماز میں کپڑے سمیٹنا مباح ہے اور کام کاج یا ضرورت کے تحت کپڑے چڑھانا (بھی مباح ہے) اور یہ (کپڑے سمیٹنا) عاجزی کی دلیل ہے اور اس میں تکبر اور خود پسندی کی نفی ہے۔(عینی شرح بخاری ص ۲۹۶ ج ۲۱ کتاب اللباس باب التشمیر فی الثیاب، بیروت)

علامہ عینی کی تحقیق نے ان حضرات کو لا جواب کر دیا جو عوام الناس سے کہتے رہتے ہیں کہ نماز میں کف ثوب مکروہ ہے اور یہ کہتے ہیں کہ کپڑا اڑسنا یا سمیٹنا تکبر کی نشانی ہے حالانکہ علامہ عینی نے کف ثوب کو غیر مکروہ (مباح) اور عاجزی کی نشانی بتائی اور اسی نیت سے عوام نماز میں کپڑے سمیٹتے ہیں جو احسن طریقہ ہے۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں : وفی الخلاصة انه لا یکره قال الحلبی وهو المختار۔

خلاصہ میں ہے کہ کف ثوب (کپڑے سمیٹنا) مکروہ نہیں ہے اور یہی مختار ہے۔

(طحطاوی ص ۳۵۰ فصل فیما یکرہ فی الصلوۃ، قدیمی کراچی)

شمس الدین محمد خراسانی قہستانی لکھتے ہیں :وقیل لا بأس به لصونه عن التتریب کما فی الزاهدی۔ کہا گیا کہ مٹی سے بچانے کے لئے کپڑے سمیٹنے میں کوئی حرج نہیں

ہے ۔(البحرالرائق ص ۲۴، ج ۲،کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا، رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں :**وقیل لا بأس بصونه عن التراب کما فی المجتبیٰ۔** کہا گیا کہ مٹی سے بچانے کے لئے کپڑے سمیٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے ۔

معلوم ہوا کہ کپڑوں کو مٹی سے پاک رکھنے کی نیت سے یا بغیر اس نیت کے بلا وجہ کپڑے سمیٹ لئے جائیں تو مکروہ نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کے عمل کی وجہ سے محبوب ہونا چاہیئے ۔

کف ثوب کی کراہت نماز کے اندر ہے نہ کہ باہر :

جیسا کہ احادیث مبارکہ اور فقہائے کرام کی کتب سے معلوم ہوتا ہے، مثلاً السنن الکبریٰ جلد ثانی صفحہ ۳۴۲ میں ابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باب باندھا ہے :

باب کراھیة اسبال الازار فی الصلوة۔ یعنی باب شلوار کو نماز میں ٹخنوں سے نیچے رکھنے کی کراہیت پر ۔جیسا کہ اس باب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فی ظرفیت کے لئے ہے، اور مظروف ظرف کے اندر ہوتا ہے ۔

اسی طرح کتاب کے شروع میں مذکورہ حدیث میں بھی کف ثوب کا جو ذکر ہے وہ نماز کے اندر مکروہ ہے ۔**عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال امر النبی ﷺ ان یسجد علی سبعة اعضاء ولا یکف شعرا ولا ثوبا الجبهة والیدین والرکبتین والرجلین۔**

(بخاری، ص ۱۱۲، ج ۱، باب السجود علی سبعۃ اعظم، نور محمد کراچی)

اس کی تائید مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے :**أخبرنا حمید بن مسعدة عن یزید قال حدثنا شعبة وروح عن عمرو بن دینار عن طاوسٍ عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال :أمرت أن أسجد علی سبعة ولا أکف شعراً ولا ثوبا۔**

(السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۲۳۵، باب النھی عن کف الشعر فی السجود)

اسی طرح عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد ۶، صفحہ ۹۱) میں حدیث کے اس حصے

(ولا یکف شعرا ولا ثوبا) کی تشریح میں لکھتے ہیں :**وفیه کراهة کف الثوب والشعر وظاهر الحدیث النهی عنه فی حال الصلاة والیه مال الداودی۔** ظاہر حدیث اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ کف ثوب نماز کے اندر مکروہ ہے اور داؤدی بھی اس طرف گئے ہیں ۔

معلوم ہوا کہ کف ثوب نماز کے اندر مکروہ ہے، خاص طور پر سجدہ میں جاتے ہوئے کپڑے کو سمیٹ لینا۔ اس ہی بات کی تائید فقہائے کرام نے بھی فرمائی ہے جیسا کہ علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن نجیم حنفی نے لکھا ہے :**ویکره ایضا کف ثوبه۔۔۔وهو رفعه بین یدیه او من خلفه اذا اراد السجود۔** کف ثوب مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑے سمیٹ لئے جائیں ۔(النہر الفائق ص ۲۸۱، ج ۱، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا، امدادیہ ملتان)

فقہائے کرام نے باب باندھا ہے :**باب فی کراهیة الصلوة۔** یعنی یہ باب نماز کے مکروہات کے بارے میں ہے، اور یہاں پر بھی فی ظرفیت کے لئے آیا ہے ۔اور ان ہی ابواب میں کف ثوب کا مسئلہ بھی مندرج ہے ۔یعنی کف ثوب نماز میں مکروہ ہے، نہ کہ باہر۔

اگرچہ بعض علماء اہل سنت نے علامہ شامی کے حوالے سے لکھا ہے کہ کف ثوب یعنی مسئولہ صورت مطلقا (خواہ نماز سے پہلے ہو یا نماز کے اندر) مکروہ تحریمی ہے اور اس سے نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے ۔

جیسے کوئی آستین چڑھا کر یا دامن سمیٹ کر نماز شروع کرے اور مصنف (صاحب درمختار) نے اپنے اس قول کے ذریعے اس جانب اشارہ دیا ہے کہ کراہیت صرف اثناء نماز میں کپڑے اڑسنے پہ ہی موقوف نہیں بلکہ اگر کسی نے نماز سے پہلے بھی ایسا کیا تو اس کی نماز مکروہ ہوگی ۔

لیکن فقہائے احناف میں سے بعض فقہاء کا قول یہ ہے کہ کف ثوب یعنی کپڑے اٹھانا سمیٹنا اس وقت مکروہ ہے جب نماز کے اندر ہو جیسا کہ فتاویٰ رضویہ صفحہ ۳۱۰، ج ۷ کے حوالے سے گزر گیا، یعنی نماز سے پہلے پائنچے یا نیفہ موڑنے یا سمیٹنے سے نماز مکروہ نہیں ہوگی ۔

شیخ ابراہیم حلبی لکھتے ہیں : ویکرہ ایضا ان یکف ثوبہ وھو فی الصلوٰۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین او من خلفہ عند السجود۔ نمازی کے لئے نماز کی حالت میں عمل قلیل کے ساتھ کپڑا چڑھانا مکروہ ہے وہ اس طرح کہ سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے کپڑے اٹھائے۔

علامہ طاہر بن عبدالرشید لکھتے ہیں :

ویکرہ للمصلی ان یکف ثوبہ او یرفعھا ۔نمازی کے لئے کپڑا سمیٹنا یا اٹھانا مکروہ ہے۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ص ۵۸ ج ا مایکرہ فی الصلوۃ، امجد اکیڈمی، لاہور)

فقہاء احناف کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے نماز سے پہلے وضو کرنے یا کسی کام کاج (محنت مزدوری) کے لئے آستین چڑھائی اور پھر اسی حالت میں نماز پڑھے تو اس کی نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ نہیں ہوگی۔

آستین کہنی تک یا آدھی کلائی سے زیادہ چڑھائی ہو تو مکروہ ورنہ نہیں : بعض علماء بریلوی کا شامی کے حوالہ سے لکھنا کہ جس نے آستین چڑھا کر نماز پڑھی تو وہ مکروہ تحریمی ہے، لیکن انہوں نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی کہ کتنی حد تک آستین چڑھا کر نماز مکروہ تحریمی ہے، اگر مطلق آستین چڑھا کر نماز مکروہ تحریمی ہے (جیسا کہ ان کے فتوے سے معلوم ہو رہا ہے) تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بعض فقہائے احناف نے اس کی تحدید آدھی کلائی سے زیادہ کی فرمائی ہے اور امام احمد رضا خان محدث بریلوی اور مفتی محمد امجد اعظمی صاحب کا فتویٰ بھی ان بعض علماء کے خلاف ہے۔

علامہ طاہر بن عبدالرشید لکھتے ہیں : ولو صلی رافعا کمیہ الی المرفقین یکرہ۔ اگر کسی نے اس حال میں نماز پڑھی کہ آستین کہنیوں تک چڑھائی ہو تو مکروہ ہے۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ص ۵۸، ج ا، مایکرہ فی الصلوۃ، امجد اکیڈمی لاہور)

علامہ سدید الدین کاشغری لکھتے ہیں : وان یرفع کمیہ الی المرفقین۔ آستین کو کہنیوں تک چڑھانا مکروہ ہے۔ (منیۃ المصلی ص ۱۴۲، فصل فیما یکرہ فی الصلوۃ، مکتبۃ الحرم لاہور)

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں : ویدخل ایضا فی کف الثوب تشمیر کمّین کما فی فتح القدیر وظاھرہ الاطلاق وفی الخلاصۃ ومنیۃ المصلی قید الکراھۃ بان یکون رافعاً کمیہ الی المرفقین وظاھرہ انہ لا یکرہ اذا کان یرفعھا الی ما دونھا۔ اور کپڑا موڑنے میں آستینوں کا اڑسنا بھی شامل ہے اسی طرح فتح القدیر میں ہے اور بظاہر مطلق ہے لیکن خلاصہ اور منیۃ المصلی میں ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک چڑھالیا تو مکروہ ہوگا اور کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائی تو مکروہ نہیں ہوگا۔

(البحر الرائق ص ۲۴، ج ۲ کتاب الصلوۃ باب مایفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا، رشیدیہ کوئٹہ)

امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں : علماء محققین فرماتے ہیں کہ اکثر کلائی پر سے آستین چڑھی ہونا ہی کراہت کو کافی ہے اگرچہ کہنی تک نہ ہو۔

(فتاویٰ رضویہ، ص ۳۱۱، ج ۷، باب مکروہات الصلوۃ، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

امام احمد رضا خان محدث بریلوی دوسری جگہ لکھتے ہیں : حیلہ میں ہے : ینبغی ان یکرہ تشمیرھما الی ما فوق نصف الساعد لصدق کف الثوب علی ھذا۔ آستینوں کا نصف کلائی کے اوپر تک اٹھانا بھی مکروہ ہونا چاہیئے کیونکہ اس پر بھی کپڑا اٹھانا صادق آرہا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ص ۳۱۱، ج ۷، باب مکروہات الصلوۃ، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

درج بالا عبارات احناف سے معلوم ہوا کہ آستین چڑھائے ہوئے نماز اس وقت مکروہ ہے جب کہنیوں تک ہو اگر کہنیوں سے کم ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوگی، اسی لئے تو امام احمد رضا خان محدث بریلوی نے لفظ ''ینبغی (چاہیئے)'' والی عبارت نقل فرمائی جو اس بات پر دال ہے کہ حتمی طور پر مکروہ نہیں ہے۔

مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں ۔مسئلہ۔ کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی یا دامن سمیٹے نماز پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے، خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔

(بہار شریعت، ص ۱۶۲، حصہ سوم، مکروہات کا بیان، شیخ غلام علی کراچی)

معلوم ہوا کہ آدھی کلائی یا اس سے کم آستین چڑھا کر پڑھنا مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ نہیں ہے حالانکہ اگر دیکھا جائے تو آدھی آستین چڑھانے میں بھی کپڑے کو کئی دفعہ موڑنا اور سمیٹنا ہوتا ہے جبکہ نماز سے پہلے شلوار یا پتلون کے پائنچے یا نیفہ میں اس قدر موڑنا نہیں آتا یعنی وہ آدھی پنڈلی تک نہیں موڑے جاتے، معلوم ہوا کہ جس طرح اس سے (آستین کو آدھی کلائی تک چڑھانے میں) نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ نہیں تو اس (یعنی شلوار یا پتلون کے پائنچے یا نیفہ موڑنے) سے بھی نماز مکروہ تحریمی نہیں ہونی چاہیئے۔

معلوم ہوا کہ کف ثوب (جس کی تعریف وتشریح اور کیفیت عبارات فقہ سے مبرہن ہوئی، یعنی سجدہ میں جاتے ہوئے کپڑوں کو سمیٹنا) ان دو علتوں کی وجہ سے جس کا تذکرہ ہو چکا ہے مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی جس سے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ نہیں ہوگی۔ مراد وہ کف ثوب نہیں جو دور حاضر یا ماضی قریب کے علماء ومفتیان اہل سنت کی تحقیق ہے کہ شلوار یا پتلون کے پائنچے موڑنا۔ دوسری بات یہ کہ بعض علماء بریلوی نے کف ثوب کے مکروہ تحریمی کے بعد یہ قاعدہ قانون لکھا: جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ پڑھی جائے گی اس کو دوبارہ پڑھنا واجب ہوتا ہے۔

جب کہ ان ہی علماء اہل سنت نے ایک اور فتویٰ یوں دیا ہے کہ نماز میں ایک کام کو مکروہ تحریمی قرار دیا مگر بعد میں یہ لکھا کہ اس سے نماز واجب الاعادہ نہیں ہے۔

لکھتے ہیں: نماز میں ترتیب سے سورتوں کو پڑھنا واجب ہے یہ احکام قرأت قرآن کے ہیں احکام الصلوۃ کے نہیں، اگر قصداً ترتیب کے خلاف پڑھے تو مکروہ تحریمی ہے مگر اس سے نماز واجب الاعادہ نہیں ہوگی۔

مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔ مسئلہ۔ الٹا قرآن مجید پڑھنا کسی واجب کو ترک کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۶۶، حصہ سوم، مکروہات کا بیان، شیخ غلام علی، کراچی)

معلوم ہوا کہ ایک کام اگرچہ مکروہ تحریمی ہوگا مگر پھر بھی اس سے نماز واجب الاعادہ نہیں

ہوگی، ان بعض علماء نے اگرچہ اس کو احکام صلوۃ میں شمار نہیں کیا مگر مفتی محمد امجد علی اعظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو نماز کے مکروہات تحریمہ میں شمار کیا ہے۔

کن مکروہات سے نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے؟

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: **تعاد الصلوۃ للاحتیاط علی وجہ لیس فیہ کراھۃ وھو الحکم فی کل صلوۃ ادیت مع الکراھۃ کما اذا ترک واجبا من واجبات الصلوۃ انتھی لان الاعادۃ بترک الواجب واجبۃ۔** نماز کو احتیاط کے طور پر اس طرح لوٹا دی جائے کہ جس میں کراہت نہ ہو اور یہ حکم ہر اس نماز کے لئے ہے جو کراہت سمیت ادا کی جائے جیسا کہ کسی نماز میں نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب ترک ہو جائے کیونکہ ترک واجب سے نماز کا اعادہ واجب ہے۔

درج بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ پڑھی جائے اس کو دوبارہ پڑھنا جواب ہے، یہ قاعدہ قانون بھی مطلقا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ کراہت تحریمی ہے جس کا تعلق احکامِ نماز (یعنی واجبات نماز کے ترک کرنے) سے ہو، اب اگر مکروہ تحریمی کام جس کا تعلق نماز کے ساتھ نہ ہو (یعنی وہ نماز کے واجبات کا ترک کرنا نہ ہو) تو اس کی موجودگی میں نماز واجب الاعادہ نہیں ہوگی جیسا کہ اس کی ایک مثال گزر گئی ہے۔

مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: کوئی ایسا واجب ترک ہوا جو واجباتِ نماز سے نہیں بلکہ اس کا وجوب امر خارج سے ہو تو سجدہ سہو واجب نہیں مثلاً خلاف ترتیب قرآن مجید پڑھنا ترک واجب ہے مگر موافق ترتیب پڑھنا واجباتِ تلاوت سے ہے واجباتِ نماز سے نہیں لہٰذا سجدہ سہو واجب نہیں۔ (بہار شریعت ص ۴۹، حصہ چہارم، سجدہ سہو کا بیان، شیخ غلام علی کراچی)

جب یہ معلوم ہوا کہ نماز ان مکروہات تحریمیہ سے واجب الاعادہ ہوتی ہے جس کا تعلق نماز کے واجبات چھوڑنے سے ہوتا ہے اور یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی بھی حنفی فقیہ نے نماز سے پہلے

کپڑے کو نہ موڑنا (نہ سمیٹنا اور نہ اڑسنا) نماز کے لئے واجب قرار نہیں دیا تو معلوم ہوا کہ کف ثوب کا تعلق نماز کے واجبات اور مکروہات سے نہیں بلکہ خارجی امور میں سے ہے جس کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ نہیں ہوتی۔

لوگ نماز شروع کرنے سے پہلے شلوار کو نیفہ سے اور پتلون کے پائنچے کیوں اڑستے اور موڑتے ہیں؟

نماز شروع کرنے سے پہلے بعض وہ اہل علم حضرات اور اکثر عوام الناس جن کی شلواریں یا پینٹ عام حالت میں ٹخنوں سے نیچے ہوتی ہیں (خواص اور اکثر اہل علم حضرات عام حالت میں بھی سنت نبوی ﷺ کے مطابق اپنی شلوار کو ٹخنوں سے اونچی ہی رکھتے ہیں) وہ اپنی شلواروں کو نیفہ سے اور پتلون کے پائنچے موڑ کر نماز شروع کرتے ہیں اس کی وجہ ان کے ذہن میں یہ ہے کہ انہوں نے سن رکھا ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کپڑا ٹخنوں کے نیچے ہوتا ہے وہ جہنم میں ہوتا ہے اس لئے یہ حضرات خاص کر نماز کی حالت میں اپنے ذہن کے مطابق اس گناہ سے بچنے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

جبکہ بعض اہل علم (علماء وطلباء، مدرسین و متعلمین) کا اس بات کی طرف کہ وہ عام زندگی میں یا نماز سے پہلے اپنے لباس کو ٹخنوں سے اونچا رکھ کر اس وعید شدید سے بچنے کی کوشش کریں جو لباس کو ٹخنوں سے نیچے رکھنے کے بارے میں بیان ہوئی ہے، التفات کرنا تو درکنار بلکہ ان لوگوں کو بھی جو لباس کو سنت کے مطابق ٹخنوں کے اوپر رکھنا چاہتے ہیں یہ کہہ کر کہ "شلوار کو اڑسنا اور پتلون کے پائنچے موڑنا مکروہ تحریمی ہے اس سے نماز واجب الاعادہ ہو جاتی ہے" ان کو بھی گناہ اور وعید کا مستحق قرار دیتے ہیں حالانکہ دلائل ظاہرہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس طرح کرنا نہ مکروہ تحریمی ہے اور نہ اس سے نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے۔

یہ اہل علم حضرات خواہ جس مکتبہ فکر سے بھی متعلق ہوں ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے ذہن میں لباس کو ٹخنوں سے اونچا نہ کرنے کی دو وجوہات ہیں۔

(۱) لباس کو ٹخنوں سے نیچے کرنا اس وقت گناہ اور ناجائز (حرام اور مکروہ تحریمی) ہے جب تکبر کی نیت ہو، اگر تکبر کی نیت نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: آپ اس وعید سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ آپ کے دل میں تکبر نہیں ہے۔

(۲) لباس کو ٹخنوں سے اونچا کرنے میں تبلیغی جماعت (دیوبندی، جبریہ، جہمیہ) سے تشبیہ آتی ہے جو اپنے چھوٹے بھائی کی شلوار پہنے گھومتے رہتے ہیں، اور آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ ان ہی میں سے ہوگا۔

مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں: آج کل آدھی پنڈلی تک تہبند، منڈا ہوا سر بہت لمبی داڑھی وہابیوں کی نشانی ہے اس لئے ٹخنہ کے اوپر تہبند رکھے یعنی اس جائز کام پر عمل کرے، سر نہ منڈائے، داڑھی صرف ایک مشت رکھے زیادہ نہ رکھے تاکہ ان کی مشابہت سے بچے، **من تشبہ بقوم فھو منھم۔** (مرات شرح مشکوۃ ص ۱۰۱، ج ۶، لباس کا بیان)

معلوم ہوا کہ بعض اہل علم وغیرہ کے نزدیک ان دو وجوہات کی بناء پر ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا جائز ہے۔ اب ہم ان دونوں وجوہات پر بحث کرتے ہیں کہ ان اہل علم کی بات کس حد تک مقبول اور صحیح ہے۔

لباس کو ٹخنوں سے نیچے رکھنا حرام اور گناہ ہے:

اگرچہ بعض احادیث جو لباس کو ٹخنوں سے نیچے رکھنے کی مذمت اور وعید کے لئے علت تکبر کو قرار دیا ہے مگر چند احادیث ایسی بھی ہیں جن میں مطلقاً ٹخنوں کو چھپانے کی وعید ہے اور تکبر کا تذکرہ نہیں ہے۔

امام بخاری لکھتے ہیں: **عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال ما اسفل من الکعبین من الازار ففی النار۔** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تہبند (یا شلوار) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ دوزخ میں ہے۔

(بخاری، الصحیح ص ۸۶۱، ج ۲، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الکعبین ففی النار، قدیمی کراچی)

عن سالم بن عبد اللہ ان اباہ حدثہ ان رسول اللہ ﷺ قال بینما رجل ازارہ خسف بہ فھو یتجلجل فی الارض الی یوم القیمۃ۔ عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص اپنا تہبند گھسیٹتا چل رہا تھا، کہ اسے دھنسایا گیا اور وہ اسی طرح قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ (بخاری، الصحیح ص ۸۶۱، ج ۲، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، قدیمی کراچی)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعا کل شیء جاوز الکعبین من الازار فی النار۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت منقول ہے کہ تہبند (شلوار وغیرہ) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ جہنم میں ہے۔

(صحیح البخاری)

عن عائشۃ رضی اللہ عنھا عن النبی ﷺ: ما تحت الکعبین من الازار ففی النار۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہو تو وہ آگ میں ہے۔ (اخرجہ احمد)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: ما خلف الکعبین ففی النار۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: آپ ﷺ نے فرمایا: جو کپڑا ٹخنوں کے نیچے ہو تو وہ آگ میں ہے۔ (صحیح البخاری)

رہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت جو امام بخاری نے روایت کی، لکھتے ہیں:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ فقال ابو بکر الصدیق یا رسول اللہ ﷺ ان احد شقی ازاری یسترخی الا ان اتعاھد ذلک منہ فقال النبی ﷺ لست ممن یصنعہ خیلاء۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جو کوئی اپنا کپڑا تکبر سے نیچے رکھے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا تہبند لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ اس کا بہت ہی خیال رکھوں، ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان لوگوں میں سے نہیں جو یہ کام تکبراً کریں۔

(بخاری، الصحیح ص ۸۶۱، ج ۲، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، قدیمی کراچی)

اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں: کپڑے سے مراد تہبند یا پائجامہ ہے اور نیچے سے مراد ٹخنوں کے نیچے ہے تکبراً فرما کر اشارہ کیا گیا کہ فیشن یا فخر کے لئے یہ حرکت مکروہ تحریمی ہے۔۔۔(ابوبکر نے کہا) یعنی میں تو خود نہیں لٹکاتا خود ہی لٹک جاتا ہے، شکم کسی قدر بھاری ہے اس لئے پیٹ سے سرک جاتا ہے نہ ارادہ ہے نہ غرور۔۔۔۔(آپ ﷺ نے فرمایا) یعنی ہم نے تکبر وغرور سے تہبند نیچا رکھنے سے ممانعت کی ہے تم کو غرور سے دور کا بھی تعلق نہیں اور پھر قصداً لٹکاتے بھی نہیں لہٰذا تم اس حکم کی زد میں نہیں آتے۔

درج بالا عبارت سے یہ بات اظہر من الشمس ہوئی کہ آپ ﷺ نے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استثناء فرمایا نہ کہ سب لوگوں کا کہ اب ہم میں سے ہر کس و ناکس اپنے لئے یہ دلیل بنائے کہ میں اس لئے ٹخنوں سے نیچے کپڑے رکھتا ہوں کہ میرے دل میں تکبر نہیں ہے حالانکہ اس دور میں ایسا کرنے والے اور اس کے جواز کو ڈھونڈنے والے کے دل میں اتنا تکبر ہوتا ہے کہ وہ اس کو سمجھتا بھی نہیں ہے اور وہ خود اس کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر تمہارے دل میں تکبر نہیں تو تم نے کب کسی ٹیلر (درزی) سے کہا کہ میری شلوار ٹخنوں سے اوپر تک کی مقدار تک سینا اس سے زیادہ نہیں سینا تاکہ میرے کپڑے ٹخنوں سے اوپر رہیں۔ اور مفتی نعیمی صاحب کی تحقیق (''تکبراً فرما کر اشارہ کیا گیا کہ فیشن یا فخر کے لئے یہ حرکت مکروہ تحریمی ہے'') سے بھی معلوم ہوا کہ آج کل فیشن کا ایسا دور چل رہا ہے کہ عوام تو عوام خواص (علماء اور طلباء) بھی ہر ٹیلر اور درزی سے کپڑے نہیں سلواتے بلکہ فیشن ایبل لوگوں سے سلواتے ہیں۔ اور ایسا کرنے والوں کے تکبر کی دوسری علامت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی شلوار تکلفاً ٹخنوں سے نیچے رکھتے ہیں جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تہبند خود بخود (کوشش کے باوجود) سرک جاتا تھا، اتنی صراحت کے باوجود اپنے مکروہ فعل کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ ہم تکبر سے نہیں لٹکاتے۔

سنتِ رسول ﷺ پر عمل نہ کرنا تکبر کی نشانی ہے :

تکبر نہ ہونے کی رٹ لگانے والے کے تکبر کی ایک اور بڑی علامت یہ ہے کہ جس کے دل میں تکبر نہیں ہوتا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے عمل پر اپنے عمل کو ترجیح نہیں دیتا بلکہ ہمیشہ آپ ﷺ کے عمل کو اپناتا ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۔ (الاحزاب : ۲۱)

اور آپ ﷺ نے خود بھی اپنی اتباع کا حکم فرمایا ہے :فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا ، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔ (حدیث صحیح اخرجہ ابوداؤد والترمذی ومشکوٰۃ ص ۳۰ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دوسری حدیث میں ہے :فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ (صحیحین)

لباس کے معاملے میں آپ ﷺ کی عادت مبارکہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ آپ ﷺ کے لباس کا طریقہ کار کیا ہوتا تھا اور آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس بارے میں کیا حکم دیا تھا کہ تہبند کتنی حد تک ہونا چاہیئے ۔حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :رأیت رسول اللہ ﷺ وعلیہ حلۃ حمراء کأنی انظر الی بریق ساقیہ۔ (متفق علیہ)

امام ابن ماجہ روایت فرماتے ہیں :عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یلبس قمیصا قصیرا الیدین و الطول۔ابن عباس فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ چھوٹی آستینوں اور کم لمبائی والی قمیص زیب تن فرماتے تھے ۔

(ابن ماجہ ص ۲۶۴، کتاب اللباس، باب کم القمیص کم یکون)

ملا علی قاری لکھتے ہیں :وفی روایۃ ابن عساکر عنہ :کان یلبس قمیصا فوق الکعبین مستوی الکمین باطراف اصابعہ۔ابن عساکر کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ایسی قمیص زیب تن فرماتے تھے کہ جو ٹخنوں سے اونچی ہوتی تھی اور اس کی

آستینیں انگلیوں کے پوروں کے برابر ہوتی تھیں ۔

(مرقات ص۲۹۱ ج۸ کتاب اللباس،الفصل الاول،حقانیہ پشاور)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی ،شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

و کانت ثیابہ کلہا مشمرۃ فوق الکعبین ویکون الإزار فوق ذلك إلی نصف الساق۔

ترجمہ: اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام کپڑے ٹخنوں سے اوپر چڑھے ہوتے تھے،اور تہبند تو اس سے بھی اوپر یعنی نصف پنڈلی تک ہوتی تھی ۔

(احیاء العلوم اخلاقہ وآدابہ فی اللباس ج ۲ ص ۵۲۸ المکتبۃ التوفیقیۃ القاہرۃ)

یہ تو آپ ﷺ کا اپنا عمل تھا کہ آپ ﷺ کی قمیص مبارک ہمیشہ ٹخنوں سے اونچی ہوتی تھی تو کیا تکبر لگانے والے سے یہ بھی ثابت کریں گے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تکبر نہیں تھا اس لئے ان کا استثناء فرما کر تہبند نیچے ہونے پر کوئی وعید نہیں سنائی اور (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کے دل میں تکبر تھا اس لئے خود بنفس نفیس اپنے لباس مبارک کو ہمیشہ ٹخنوں سے اونچا رکھا۔(العیاذ باللہ)

معلوم ہوا کہ تکبر کی رٹ لگانے والے چونکہ فیشن ایبل دور میں رہ رہے ہیں اور ان کو اپنا بھرم بھی دکھانا ہے اس لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس غیر ارادی فعل کو اپنے لئے دلیل بنا کر سنت رسول ﷺ سے روگردانی کے لئے بہانے ڈھونڈتے ہیں حالانکہ ایک طرف حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غیر اختیاری فعل ہے جو صرف اور صرف ان کے ساتھ خاص ہے اور دوسری طرف آپ ﷺ کا عمل مبارک ہے ۔

کیا اس دور کے علماء واعظین (مقررین)،مدارس کے طلباء اور پیرزادے اس مرض و وبا (شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے) میں مبتلا نہیں ہیں؟

درج بالا وذیل دلائل کے مابین ناچیز نے اس مکروہ کام کے مرتکب علماء اور خواص کو جابجا متکبرین کے نام سے لکھا تو کیا ایسا نہیں ہے؟ اور کیا عوام کی بنسبت اکثر خواص اس مرض میں

مبتلا نہیں ہیں؟ ناچیز (بریلوی مکتبہ فکر کے) ایک عظیم محدث مفتی ہند، اہلسنت محمد شریف الحق امجدی صاحب کی عبارات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

مفتی صاحب موصوف "باب ما اسفل من الکعبین" کے تحت لکھتے ہیں : بطور عادت اور شوق ٹخنوں سے نیچے تہبند اور پائجامہ رکھنا ممنوع ہے کہ یہ فاسقوں کی وضع ہے آج کل کے علماء خصوصاواعظین اور دینی مدارس کے طلبہ اس وبا میں مبتلاء ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔

(نزہۃ القاری شرح بخاری ص ۵۱۸، ج ۵، کتاب اللباس، فرید بکسٹال لاہور)

مفتی صاحب موصوف "باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو کنت متخذا خلیلا" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تہبند والی حدیث کے تحت لکھتے ہیں : آج کل مقررین و پیرزادگان کی عادت ہوگئی ہے کہ وہ پائجامے اور تہبند ٹخنوں کے نیچے تک لٹکائے رکھتے ہیں اور بہت سے لوگ آج کل علماء جبے بھی زمین پر گھسٹتے رہتے ہیں، ٹوکنے پر کہہ دیتے ہیں ہم براہ تکبر ایسا نہیں کرتے (ان کا یہ کہنا درحقیقت اس ارشاد ربانی کی تردید ہے وَلا یَحُضُّ عَلی طَعامِ الْمِسْکِینِ۔ تَرْكُ الْمُوَاسَاةِ مَعَهُ، وَإِنْ لَمْ تَكُنِ الْمُوَاسَاةُ وَاجِبَةً. وَقَدْ يُذَمُّ الْمَرْءُ بِتَرْكِ النَّوَافِلِ لَا سِيَّمَا إِذَا أُسْنِدَ إِلَى النِّفَاقِ وَعَدَمِ الدِّينِ (التفسیر الکبیر ج ۳۲ ص ۳۰۲)) یہ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی، خلاف اولیٰ ہے اس پر داروگیر مناسب نہیں، مگر ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عوام اس کو سخت معیوب مانتے ہیں حتی کہ ان کی اکثریت یہ خیال کئے ہوئے ہے کہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز جائز نہیں، ان مدعیان رہنمائی کو خبر نہیں کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ اتقوا مواضع التهم، تہمت کی جگہوں سے بچو اور فرمایا :ایاکم و مایعتذر منه۔ ایسے کاموں سے بچو جس کا عذر بیان کرنا پڑے۔

(نزہۃ القاری شرح بخاری ص ۵۶۹، ج ۴، کتاب المناقب، فرید بکسٹال لاہور)

نزہۃ القاری کی درج بالا عبارات سے تین مسائل کا استخراج ہوتا ہے :

ایک یہ کہ ٹخنوں سے نیچے تہبند اور پائجامہ رکھنا ممنوع ہے کہ یہ فاسقوں کی وضع ہے (اور فاسق کی وضع

تشبیہ کی وجہ سے ناجائز ہے)۔

دوسرا یہ کہ آج کل کے علماء خصوصاً واعظین، پیرزادگان اور دینی مدارس کے طلبہ اس وبا میں مبتلا ہیں۔

تیسری بات یہ کہ ان علماء کی اس بات کی کوئی حیثیت نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ "ہم براہ تکبر ایسا نہیں کرتے یہ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی، خلاف اولیٰ ہے اس پر داروگیر مناسب نہیں"، یہ ان کی اپنی من مانی ہے نہ کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کر کے اہل سنت اور سنی بننا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو سُنّی کہلانے والا ہر شخص پابندِ سنتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہوتا، کبھی کبھی وہ خلافِ سنت پر عمل کر کے بھی سنی کہلانے پر فخر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت نصیب فرمائے۔

بلکہ محسن کائنات، مربی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مِبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو وضو اور نماز کے اعادہ کا حکم فرمایا جن کی شلوار (یا تہبند) ٹخنوں سے نیچے لٹک رہی تھیں اور اہل خواص کو تو شریعت کی پابندی اور بھی زیادہ ضروری ہے اسی وجہ سے ہمارے پیر و مرشد قدوۃ الاولیاء والعلماء شیخ المشائخ پیران پیر خواجہ خواجگان حضرت سیدنا و مرشدنا سیف الرحمٰن نور اللہ مرقدہٗ اپنے مریدین پر شریعت کے معاملے میں بہت ہی زیادہ سختی فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ مستحبات کے چھوڑنے پر بھی سرزنش فرمایا کرتے تھے کیونکہ یہ کاملین اولیاء کرام کا طرز و طریقہ ہے۔ جیسا کہ

حضرت علامہ امام عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

ثم لا يخفى عليك يا أخي أن من شأن أهل الله عز و جل كونهم يأخذون العهد على المريد بتركه المباح زيادة على الأمر والنهي طلب الترقية إذ المباح لا ترقي فيه من حيث ذاته وإنما هو أمر برزخي بين الأمر والنهي جعله الله تعالى مرتبة تنفيس للمكلفين يتنفسون به من مشقة التكليف إذ الإقبال على الله تعالى في امتثال الأمر واجتناب النهي على الدوام ليس من مقدور البشر فأراد أهل الله تعالى للمريد أن يقلل

من المباح جهده ويجعل موضعه فعل مأمور واجتناب منهي أو مرغب في فعله أو تركه لأخذهم بالعزائم دون الترخيصات۔

ترجمہ: پھر اے بھائی تم پر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں رہنی چاہئے کہ اللہ والے لوگ اپنے مرید کی ترقی کے لئے اللہ کے امر ونہی کے علاوہ ان سے یہ عہد لیا کرتے ہیں کہ وہ صرف جائز ہونے والے کاموں سے رکے رہیں گے کیونکہ صرف جائز ہونے والے کام میں ذاتی طور پر اس کی ترقی نہیں ہوتی بلکہ یہ تو امر ونہی کے درمیان ایک کام ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تسلی کا سبب بنایا ہوتا ہے جن پر اس کے احکام لاگو ہوتے ہیں چنانچہ ایسے مباح کاموں کی وجہ سے انہیں تسلی ملتی رہتی ہے کیونکہ ہمیشہ اللہ کے احکام پر عمل کرنے اور منع کی ہوئی باتوں سے رکتے ہوئے اللہ کی طرف توجہ کرنا کسی بندے کی ہمت میں نہیں ہوتا چنانچہ اللہ والے اپنے مرید کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ نرے جائز کہلانے والے کاموں کی کوشش کم سے کم کریں البتہ ان کی جگہ وہ کام کریں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یا ان سے بچیں جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہوا ہے یا جن کے کرنے اور چھوڑنے کا شوق دلایا گیا ہے تاکہ ایسے کام کرسکیں جن کا پختہ حکم ہے اور وہ کام نہ کریں جن میں ڈھیل دی گئی ہے۔یعنی عزیمت کو اختیار کریں۔

(لواقح الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیۃ ج ۱ ص ۷۸، دار التقویٰ)

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، شافعی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

أن أهل الله عز و جل لا يسامحون المريد بارتكابه شيئا من المكروهات فضلا عن المحرمات الظاهرة أو الباطنة وأن طريقهم محررة على موافقة الكتاب والسنة كتحرير الذهب بخلاف مايظنه من لا علم له بطريقهم۔

ترجمہ: اللہ والے اپنے مرید کو مکروہ کام کرنے پر بھی معاف نہیں کیا کرتے چہ جائیکہ وہ ظاہری یا باطنی طور پر حرام کاموں میں پڑیں اور ان کا طور طریقہ کتاب وسنت کی طرح سنہری حروف میں لکھا ملتا ہے، وہ نہیں جیسے ان کے طریقے سے ناواقف لوگ بتاتے ہیں۔

(لواقح الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیۃ ج ۱ ص ۸۲، دار التقویٰ)

جیسے کہ الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ (المتوفی ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں۔

وبلغ من اعتناء الحق تعالى بأحدهم: أنه كان يعاقب أحدهم على خلاف الأولى۔

اور اللہ رب العزت کے فضل سے اولیاء اللہ پر یہ احسان ہے کہ اولیاء اللہ زیادہ اہتمام کرتے ہیں کہ وہ اپنے مریدین کو خلاف اولیٰ کام کرنے پر بھی سرزنش دیتے ہیں۔ پس سنن اور مستحبات میں سستی نہیں کرنی چاہیئے۔ (الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۴۱)

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ (المتوفی ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں۔

وكان الجنيد رضى الله تعالى يقول: طريق الفقهاء هى أساس طريقنا التى بنيت عليه ولكن زاد الصوفية على الفقهاء كثرة مراعاة العمل بالشريعة وعدم التساهل فى ترك العمل بشىء منها اى طريقهم ترك الرخص والتاويلات والاخذ بالعزائم والتمسک بالمندوب کالواجب واجتناب المکروہ وخلاف الاولی کالحرام

ترجمہ: حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ فقہاء کا طریقہ یہی ہمارے طریقہ کی بنیاد ہے اور ہمارا طریقہ اسی بناء پر ہے لیکن صوفیاء فقہاء نے جو فضیلت حاصل کی وہ کثرت سے شریعت پر عمل کرنے کی وجہ سے کیونکہ صوفیاء ان میں سے کسی عمل میں سستی اختیار نہیں کرتے یعنی ان کا طریقہ رخصت کو چھوڑنا اور تاویلات کو ترک کرنا اور عزیمت پر عمل کرنا ہے اور مندوب کو لازم پکڑنا اور مستحب پر عمل کرنا ان کیلئے واجب کی طرح ہے اور مکروہ اور خلاف اولیٰ سے بچنا ان کے طریقے میں ایسے ہے جیسے کہ حرام سے بچنا۔ (الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء

والصوفیۃ ص ۱۲۷)

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ (المتوفی سنہ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں۔

وکان سیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ یقول :الحق تعالی یمقت علی ترک الادب وعلی خلاف الاولی فضلاعن المکروہ والحرام۔

ترجمہ : اورسیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ جل شانہٗ ناراض ہوتا ہے اور جلال میں آتا ہے ادب کے چھوڑنے پر اور خلاف اولیٰ کام کرنے پر چہ جائیکہ کوئی مکروہ یا حرام کام کرے (یعنی اس پر تو اور بھی جلال میں آتا ہے اور ناراض ہوتا ہے) یعنی مستحب چھوڑنے پر جب قہر فرماتا ہے تو مکروہ اور حرام کے کرنے پر تو بطریق اولیٰ قہر فرماتا ہے۔

(الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۸۸)

الامام الشیخ عبدالوہاب الشعرانی رضی اللہ عنہ (المتوفی سنہ ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں۔

وسمعت سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ تعالی یقول :لا یصح لمرید قدم فی الارادۃ حتی یترک المباحات جملۃ ویجعل مکان مباح ترکہ فعل مأمور شرعیٔ من مندوب او اولی حتی یجتنب المباح کانہ خلاف الاولی ویجتنب خلاف الاولی کانہ منھی عنہ کراھۃ تنزیہ وحتی یجتنب الحرام کانہ کفر وحتی یفعل المندوب کانہ واجب ویفعل الاولی کانہ مندوب کل ذالک تعظیما لامر اللہ تعالی ونھیہ۔

ترجمہ : اور میں نے سیدی علی مرصفی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرید کیلئے جب طریقت میں قدم رکھے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ تمام کے تمام مباحات کو چھوڑ دے اور ہر وہ مباح جس کو اس نے چھوڑا ہے اس کی جگہ پر وہ مامور شرعی کام کرے جس کا تعلق مستحب یا اولیٰ سے ہو یہاں تک کہ یہ مباح سے اس طرح سے بچے جیسے کہ خلاف اولیٰ سے بچتا ہے اور خلاف اولیٰ سے اس طرح بچے گویا کہ اس کو اس سے منع کیا گیا ہو کراہت تنزیہی کی طرح اور یہاں تک مکروہ سے اسطرح بچے گویا کہ یہ حرام

ہے اور حرام سے اس طرح بچے گویا کہ یہ کفر ہے اور یہاں تک کہ مستحب پر ایسا عمل کرے گویا کہ یہ واجب ہے اور اولیٰ کام کو اس طرح کرے گویا کہ یہ مستحب ہے یہ سب کچھ کرنا اس میں اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی تعظیم ہے۔

(الاجوبۃ المرضیہ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ص ۱۹۰)

شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال عبداللہ بن المبارک رضی اللہ تعالی عنہ من تھاون بالآداب عوقب بحرمان السنۃ ومن تھاون بالسنۃ عوقب بحرمان الواجبات ومن تھاون بالواجبات عوقب بحرمان الفرائض ومن تھاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفۃ او کما قال۔

یعنی فرمایا عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ جس نے مستحبات میں سستی کی اسے سنت سے محرومی کی سزا ملے گی۔ اور جس نے سنت میں سستی کی اسے واجبات سے محرومی کی سزا ملے گی اور جس نے واجبات میں سستی کی اسے فرائض سے محرومی کی سزا ملے گی، اور جس نے فرائض میں سستی کی اسے معرفت خداوندی سے محرومی کی سزا ملے گی۔

(تفسیر عزیزی، قطب الارشاد صفحہ ۱۴، مکتبہ قاسمیہ عوارف المعارف دار الکتب العلمیہ)

کیا مکروہ تنزیہی کی کوئی حیثیت نہیں ہے؟ متقی پرہیزگار کے لیے بڑی بات ہے۔

حضرتِ عالی مقام امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی، حنفی، نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں:

پس رعایتِ ادبی واجتناب از مکروھی اگرچہ تنزیھی باشد فکیف کہ تحریمی بمراتب از ذکر وفکر ومراقبہ وتوجہ بھتر باشد آرے این امور باین رعایت واجتناب اگر جمع کند "فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْماً" وبدونہ خرط القتاد۔

ترجمہ: لہٰذا ایک مستحب کی رعایت اور مکروہ سے بچنا، اگرچہ تنزیہی ہی ہو اور مکروہ تحریمی تو بطریق اولیٰ کئی مرتبے ذکر فکر اور مراقبہ اور توجہ سے بہتر ہے ہاں ہاں اگر یہ امور اس رعایت اور اس

اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو عظیم کامیابی حاصل کرلی۔اس کے بغیر خاردار درخت پر ہاتھ پھیرنے والی بات ہے۔(مکتوبات امام ربانی،دفتر اول،حصہ اول،مکتوب،۲۹،ص،۶۷،مکتبہ امدادیہ،کانسی روڈ،کوئٹہ)

چھوٹے بڑے گناہوں کو معمولی نہ جانو

حضرت علامہ امام عبدالوہاب شعرانی شافعی قدس سرہ لکھتے ہیں:

(أخذ علينا العهد العام من رسول الله صلى الله عليه وسلم) أن لا نتهاون بارتكاب شيء من صغائر الذنوب فضلا عن كبائرها ولا بارتكاب شيء من مكروهاتها حتى خلاف الأولى منها ولا نصر على ذنب بل نتوب منه على الفور وذلك لأن ارتكاب المعاصي وما قاربها مع الإصرار يظلم به القلب حتى يصير لا يحن إلى فعل شيء فيه خير وتتفاوت الناس في مقدار ظلمة القلب بحسب مقاماتهم فربما أن بعض الناس لا يحس بظلمة القلب عند ارتكاب الكبائر دون الصغائر وربما إن بعضهم لا يحس بظلمة القلب إلا عند ارتكاب الصغائر دون المكروهات وربما إن بعضهم لا يحس بظلمة القلب إلا عند ارتكاب الكبائر دون الصغائر وربما أن بعضهم لا يحس بظلمة القلب إلا عند ارتكاب الضغائر دون المكروهات وربما أن بعضهم لا يحس بظلمة القلب إلا عند ارتكاب المكروهات دون خلاف الأولى ولكل مقام رجال فكلما صفا القلب كلما ظهر فيه الظلمة وأدركها بصر صاحبها كالحبر على الورق وكلما تكدر القلب خفي فيه الظلمة ولم يدركها بصر صاحبها كالحبر على الفحم۔

فيحتاج من يريد العمل بهذا العهد إلى السلوك على يد شيخ ناصح يسد عليه جميع المخارس التي يدخل منها الشيطان ويشغله بالطاعات المتوالية حتى تتراكم عليه

الأنوار ويخلص من سائر الذنوب ويدخل حضرة الإحسان فهناك لا يتهاون بذنب ولو خلاف الأولى فضلا عن المكروهات فضلا عن الصغائر فضلا عن الكبائر فإن أهل كل حضرة يساعدون بعضهم بعضا بمشاهدة بعضهم أحوال بعض ومن هنا شرطوا في إتمام التوبة هجر إخوان السوء لئلا يزلزلوا توبته بمشاهدتهم لمعاصيهم وأمروا التائب أن يخالط أهل الطاعات ليشاهد طاعاتهم وينقل نفسه من المعاصي والطباع تسرق من الجليس الأفعال التي يشاهدها منه من خير وشر ولو على طول فينتقل جميع ما في ذلك الجليس لك يا أخي فالعاقل من أتى البيوت من ابوابها (والله عليم، حكيم)

وقد روى الترمذي والنسائي وابن ماجه وابن حبان في صحيحه مرفوعا (إن العبد المؤمن إذا أخطأ خطيئة نكتت في قلبه نكتة سوداء فإن هو نزع واستغفر صقلت فإن عاد زيد فيها حتى تعلو قلبه فهو الران الذي ذكره الله تعالى بقوله (كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون) (المطففين، ۱۴) والنكتة :هي نقطة تشبه الوسخ في المرآة۔

روى الإمام أحمد والطبراني والبيهقي مرفوعا : [إياكم ومحقرات الذنوب فإنهن يجتمعن على الرجل حتى تهلكه كمثل قوم نزلوا أرض فلاة فحضر صنيع القوم فجعل الرجل ينطلق فيجئ بالعود والرجل يأتي بالعود حتى جمعوا سوادا وأججوا نارا وأنضجوا ما قذف فيها]۔

وروى النسائي بإسناد صحيح وابن حبان في صحيحه وغيرهما مرفوعا : [

إن الرجل ليحرم الرزق بالذنب يصيبه].

روى الطبراني عن ابن مسعود : [إني لأحسب الرجل ينسى العلم كما تعلمه بالخطيئة يعملها]۔

.وروى البخاري وغيره عن انس رضي الله عنه قال : [إنكم لتعملون أعمالا هي أدق في أعينهم من الشعر كنا نعدها على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم من الموبقات يعني المهلكات]۔

.وروى ابن حبان في صحيحه مرفوعا :[[لو أن الله يؤاخذني وعيسى بن مريم بذنوبنا لعذبنا ولا يظلمنا وأشار بالسبابة والتي تليها] . وفي رواية : [لو يؤاخذني الله وعيسى بن مريم بما جنت هاتان يعني الإبهام والتي تليها لعذبنا ثم لم يظلمنا شيئا]۔

.وروى الإمام أحمد والبيهقي مرفوعا : [لو غفر لكم ما تأتون إلى البهائم لغفر لكم كثيرا] . وفي رواية انه من كلام ابي الدرداء. وروى الحاكم وقال صحيح الإسناد أن عبدالله بن مسعود قرأ (ولو يؤآخذ الله الناس بما كسبوا ما ترك على ظهرها من دابة ولكن يؤخرهم إلى أجل مسمى) ثم قال (كاد الجعل يعذب في جحره بذنب ابن آدم) والجعل بضم الجيم وفتح العين دويبة تكاد تشبه الخنفساء تدحرج الروث بأنفها۔

رسول اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم بڑے بڑے گناہ تو کجا چھوٹے گناہ کرنے کو بھی معمولی نہ سمجھیں، نہ مکروہ کام کرنے کو معمولی جانیں اور نہ ہی زیادہ بہتر کے مقابلے میں کم درجہ کام کو معمولی بنائیں، یونہی کسی گناہ پر جمے نہ رہیں بلکہ فوراًاس سے توبہ کریں کیونکہ گناہ اور اس کے قریب قریب کام جم کر کرنے سے دل میں اندھیرا چھا جاتا ہے چنانچہ جو شخص کسی بہتر کام کی طرف جھکاؤ نہیں کرتا، پھر لوگوں کے

دل ان کے اپنے مقام و مرتبہ کے مطابق تاریک ہوتے ہیں چنانچہ کسی کو دل کی تاریکی کا پتہ بڑے گناہ کرنے ہی سے چلتا ہے، چھوٹوں پر نہیں، کئی ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اس تاریکی کے بارے میں اس وقت پتہ چلتا ہے جب وہ چھوٹے گناہ کرتے ہیں، مکروہ کاموں پر نہیں چلتا، کچھ وہ بھی ہوتے ہیں جنہیں مکروہ کام کرنے پر پتہ چلتا ہے، خلاف اولیٰ کرنے پر نہیں کیونکہ بندے ہر طرح کے ہوتے ہیں چنانچہ جس کا دل صاف ہو تو جب بھی اس میں تاریکی آتی ہے تو دل والے کی آنکھ اسے یوں دیکھتی ہے جیسے کاغذ پر سیاہی لگی ہو اور جب بھی دل پر میل ہو اور تاریکی کم ہو جائے تو اسے دل والے کی آنکھ یوں دیکھتی ہے جیسے کوئلے پر سیاہی لگی ہو چنانچہ جو اس ہدایت پر عمل کرنا چاہتا ہے، اسے ایسے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے جو نیک ہو اور شیطان کے داخل ہونے کے سب راستے بند کر دے اور مسلسل اسے عبادتوں میں لگائے رکھے تاکہ اس پر انوار کی بارش شروع ہو جائے، وہ سب گناہوں سے پاک ہو جائے اور احسان کے مرتبہ میں چلا جائے، چنانچہ اس مقام پر پہنچ کر وہ خلاف اولیٰ سمیت کسی بھی گناہ کو معمولی نہیں جانے گا مکروہات بلکہ بڑے گناہ تو کجا چھوٹے گناہ بھی ہلکے نہیں جانے گا کیونکہ ہر مقام والے ایک دوسرے سے اتفاق کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے کچھ لوگ دوسروں کے حالات دیکھ رہے ہوتے ہیں چنانچہ اسی بناء پر علماء نے توبہ کے پورا ہونے میں شرط لگائی ہے کہ برے بھائیوں کو چھوڑ دو تاکہ ان کے گناہ دیکھ کر اپنی توبہ کو خراب نہ کر لیں اور توبہ کرنے والوں کو حکم دیتے ہیں کہ عبادت کرنے والوں میں گھل مل کر رہیں تاکہ وہ ان کی عبادتوں کا مشاہدہ کریں اور اپنے آپ کو گناہوں سے نکال لیں کیونکہ انسان کی طبیعت میں یہ ہے اپنے ساتھ بیٹھنے والوں سے اچھے برے وہ کام سیکھتا ہے جو ان کو کرتے دیکھتا ہے خواہ دیر ہی سے سیکھے چنانچہ اے بھائی! اس بیٹھنے والے ساتھی سے سب کچھ تمہارے پاس آجاتا ہے لہٰذا عقلمند وہ

ہوتا ہے جو اصل راستے سے مقصد تک پہنچے ۔ واللہ علیم حکیم۔

☆ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے کہ ’’جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے چنانچہ اگر وہ اسے صاف کرتے ہوئے استغفار کرے تو وہ دھل جاتا ہے، اگر دوبارہ کرے تو زیادہ ہوجاتا ہے اور آخر اس کے دل کو گھیر لیتا ہے، چنانچہ یہ وہی ’’ران‘‘ ہے کہ جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ ’’کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے، ان کی کمائیوں نے‘‘ اس نکتہ سے مراد وہ نقطہ ہے جو شیشے پر میل جیسا ہوتا ہے۔

☆ امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’اپنے آپ کو حقیر گناہ کرنے سے بچاؤ کیونکہ یہ آدمی میں جمع ہوجاتے ہیں اور آخر کار اسے یوں ہلاک کر دیتے ہیں جیسے کچھ لوگ کہیں جنگل میں ٹھہریں اور کھانے کا وقت ہوجائے چنانچہ ایک شخص جا کر لکڑی لے آئے، دوسرا آدمی ایک اور لکڑی لائے اور یوں وہ گٹھا جمع کرلیں اور آگ جلا کر اس میں ڈالی چیز کو پکا لیں۔‘‘

☆ نسائی اور ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’انسان گناہ کر لینے پر روزی سے محروم ہوجاتا ہے۔‘‘

☆ امام طبرانی کے مطابق حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ ’’میں اس آدمی کا خیال رکھتا ہوں جو علم سیکھ کر اس لئے بھلا دیتا ہے کہ اس نے گناہ کیا ہوتا ہے۔‘‘

☆ حضرت امام بخاری کے مطابق حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں کہ تم ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی باریک ہوتے ہیں لیکن جنہیں ہم رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں تباہ کرنے والے سمجھتے تھے۔

☆ ابن حبان نے مرفوعاً لکھا ہے فرمایا ’’اگر بالغرض اللہ تعالیٰ مجھے اور عیسیٰ بن مریم رضی اللہ عنہا کو ہماری خطا کی وجہ سے پکڑ لے اور تکلیف دے تو اس میں اس کی طرف سے ذرہ بھر بھی ظلم نہ ہوگا،

پھر انگشت شہادت اور ساتھ والی انگلی کو ملا کر بتایا‘‘ (کہ اتنا ظلم بھی نہیں ہوگا)

☆ ایک اور روایت میں ہے ’’اگر مجھے اور عیسیٰ بن مریم کو ان دونوں انگلیوں (انگوٹھا اور ساتھ والی انگلی) کی وجہ سے ہونے والی کوتاہیوں کے بدلے میں پکڑ کر تکلیف پہنچانا چاہے تو اس میں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔‘‘

☆ امام احمد اور بیہقی نے مرفوعاً لکھا ہے ’’اگر اللہ تعالیٰ تمہارا وہ گناہ معاف کر دے جو تم جانوروں کے ساتھ برائی کی وجہ سے کرتے ہو تو تمہارے بہت سے گناہ معاف کر دے گا۔‘‘

☆ امام حاکم کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں پڑھا ’’اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کئے پر پکڑتا تو زمین کی پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا لیکن ایک مقرر میعاد تک انہیں ڈھیل دیتا ہے۔‘‘ پھر فرمایا ہوسکتا ہے کہ جعل نامی (گودھا) کیڑے کو حضرت آدم علیہ السلام کی کوتاہی کی بناء پر عذاب دیتا۔ (لواقح الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیۃ، ج ۲ ص ۴۴۶، دار التقویٰ)

پر اصل مقصد کی طرف چلتے ہیں

حافظ نور الدین علی بن اَبی بکر الھیثمی لکھتے ہیں : **وعن عطاء بن يسار، عن بعض أصحاب النبي ﷺ قال :بينما رجل يصلي وهو مسبل ازاره، [اذ] قال له رسول الله ﷺ : "اذهب فتوضا" قال :فذهب فتوضا، ثم جاء فقال له رسول الله ﷺ :"اذهب فتوضا" ثم جاء فقال :يا رسول الله، مالك أمرته يتوضأ ثم سكت عنه؟ فقال :"انه كان يصلي وهو مسبل ازاره وان الله تبارك وتعالىٰ لا يقبل صلاة عبد مسبل ازاره".**

عطاء بن یسار بعض اصحابِ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، اور اور ابو داؤد شریف اور سنن الکبریٰ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا۔ تو اسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جاؤ دوبارہ وضو کرو۔ وہ وضو کر کے آیا تو پھر اسے فرمایا جا پھر وضو کر۔ چنانچہ ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اسے بار بار وضو کرنے کا حکم کیوں دے رہے ہیں،

تو تھوڑی دیر خاموشی کے بعد فرمایا کہ یہ شخص اپنا تہبند ٹخنوں کے نیچے کر کے نماز پڑھ رہا تھا، فرمایا اللہ تعالیٰ اسبال والے کی نماز قبول نہیں فرماتا۔"

("مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" جلد ۵، صفحہ ۲۱۸، کتاب الباس) (السنن الکبریٰ، ج ۲، ص ۳۴۲، باب کراہیۃ اسبال الازار فی الصلاۃ)، (ابو داؤد، کتاب الباس، ص ۵۶۵)

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

وَإِطَالَةُ الذَّيْلِ مَكْرُوهَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا۔

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ازار کا ٹخنے سے نیچے لٹکانا مکروہ ہے چاہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الستر، ج ۲، ص ۴۳۵، المکتبہ الرشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)

اور السنن الکبریٰ میں اس حدیث کے آخر میں ہے:

وفی الاحادیث الثابتة المطلقة فی النهی عن جر الازار دلیل علی کراهیته فی الصلاة وغیرها۔ ان احادیثِ مبارکہ سے ازار کے لٹکانے کی نہی مطلقاً ثابت ہوئی، چاہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔ یعنی نماز کے اندر بھی شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مکروہ ہے، اور نماز سے باہر بھی۔

(شعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۵)

ملا نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فی الفتاوی العتابیة: یکره للرجال لبس السراویل (المخرفة و) هی التی تقع علی ظهر القدمین۔

ترجمہ: فتاویٰ عتابیہ میں ہے مردوں کو ایسی شلوار پہننا جو پاؤں کی پشت تک لٹکتی ہو (یعنی جس کے پائنچے پاؤں کو مس کریں) مکروہ ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الکراھیۃ الباب التاسع، ج ۵، ص ۴۱۱، قدیمی کتب خانہ کراچی، فتاویٰ تاتارخانیہ، کتاب

الکراہیۃ، الفصل فی اللبس ما یکرہ من ذلک وما لا یکرہ، ج ۱۸، ۱۱۸، مکتبہ فاروقیہ، کوئٹہ، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الکراہیۃ، ج ۸، ص ۳۴۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ج ۹، ص ۵۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ ملا نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

تقصیر الثیاب سنة، واسبال الازار والقمیص بدعة، ینبغی ان یکون الازار فوق الکعبین الی نصف الساق وهذا فی حق الرجال، واما النساء فیرخین ازارهن اسفل من ازار الرجال لیستر ظهر قدمهن۔ اسبال الرجل ازاره اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیه کراهة تنزیه کذا فی الغرائب۔

ترجمہ: لباس میں کپڑے کو کمی کے ساتھ رکھنا سنت ہے اور تہبند اور قمیص کا لٹکانا بدعت ہے، مناسب ہے کہ تہبند ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک ہو۔ مگر یہ حکم مردوں کے لیے ہے اور عورتیں اپنے تہبند کو مردوں سے زیادہ لٹکائے رہیں تاکہ ان کے قدموں کی پیٹھ ڈھکی رہے۔ مرد کا اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر بوجہ تکبر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ غرائب میں ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب الکراھیۃ الباب التاسع، ج ۵، ص ۴۱۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت علامہ ابوالحسین بن علی بن محمد سغدی، حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

کل لِبَاس یکون علی خلاف السّنة یکون لبسه مَکْرُوها وَهُوَ مثل أَثوَاب الْکفَّار واثواب الْفسق والفجور وَأهل الاشر والبطر مثل القرطق واسبال الازار وَتَطْوِیل الْکمّ وتوسیعه۔

ترجمہ: ہر خلاف سنت لباس پہننا مکروہ ہوتا ہے اور جیسے کفار کے کپڑے اور فسق و فجور کے کپڑے شریر اور متکبرین کے کپڑے، جیسے قرطق اور تہبند کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا، اور آستین کو لمبا اور کھلا رکھنا۔ (النتف فی الفتاوی، اللباس المکروہ، ج ۱، ص ۱۶۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

ودل الحديث على ان النهى انما يتعلق خبره لهذاه العلة، فمن استعجل فجرّ ثوبه خلفه او كان ازاره لا يثبت على كتفيه فلاحرج۔ وكذلك جر خيلاء على الكفار فى الحرب لان فيه اعزاز الاسلام واحتقار عدوه۔ وروى ابن عمر رضى الله عنه كراهة ذلك فى، كل حال۔

ترجمہ: یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت تکبر کی وجہ سے ہے، سو جو شخص جلدی کی وجہ کپڑا گھسیٹ کر چلا، یا اس کا تہبند قائم نہیں رہتا اور پھسل کر نیچے آجاتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح میدانِ جنگ میں کفار کے سامنے تکبر سے تہبند لٹکانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس میں اسلام کی عزت اور دشمن اسلام کی تحقیر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہر حال میں کراہت منقول ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ،کتاب اللباس والزینۃ، ج،۷،ص،۲۳۲،دارالکتب العلمیہ،بیروت)

حضرت علامہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

معنى ما زاد فى النار اذا زاده خيلاء لانه مطلق فيراد الى المقيد وان لم يكن خيلاء فهو مكروه۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کے لباس کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا، بشرطیکہ وہ تکبر کی بناء پر ہو، کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اس لیے اس کو مقید پر محمول کیا جائے گا اور تکبر کی بناء پر لباس نہ لٹکایا گیا ہو تو پھر وہ مکروہ (تنزیہی) ہے۔

(مکمل اکمال اکمال ،کتاب اللباس والزینۃ ،ج،۷،ص،۲۳۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت) ج،۵،ص،۳۸۵، دارالکتب العلمیہ،بیروت)

حضرت علامہ موسیٰ بن احمد صالحی ،حنبلی لکھتے ہیں :

ويكره أن يكون ثوب الرجل إلى فوق نصف ساقه وتحت كعبه بلا حاجة۔

ترجمہ: اور بغیر حاجت کے مرد کا کپڑا نصف پنڈلی سے اوپر ہونا اور ٹخنوں سے نیچے ہونا مکروہ ہے۔

(الاقناع فی فقہ الامام احمد بن حنبل، فصل یکرہ فی الصلاۃ السدل، ج،ا،ص،۹۱)

انور شاہ کشمیری، دیوبندی لکھتے ہیں:

وجرُّ الثوب ممنوعٌ عندنا مطلقًا، فهو إذن من أحكام اللباس، وقصرَ الشافعيةُ النهي على قيد المخيلة، فإن كان الجرُّ بدون التكبر، فهو جائز، وإذن لا يكون الحديث من أحكام اللباس والأقرب ما ذهب إليه الحنفية، لأن الخُيَلاء ممنوع في نفسه، ولا اختصاص له، بالجرّ، وأما قوله صلى الله عليه وسلّم لأبي بكر» :إنك لست ممن يجر إزاره خيلاء ،«ففيه تعليلٌ بأمر مناسب، وإن لم يكن مناطًا فعلة الإباحة فيه عدمُ الاستمساكِ إلا بالتعهد، إلا أنه زاد عليه بأمر يفيد الإباحة، ويؤكدها. ولعل المصنف أيضًا يوافقنا، فإنَّه أخرج الحديث في اللباس، وسؤال أبي بكر أيضًا يؤيد ما قلنا، فإنَّه يدلُّ على أنه حملَ النهي على العموم، ولو كان عنده قيدُ الخيلاء مناطًا للنهي، لما كان لسؤاله معنًى. والتعليل بأمر مناسب طريقٌ معهود. ولنا أن نقول أيضًا :إن جرّ الإِزار خيلاء ممنوع لمن يتمسك إزاره، فليس المحطُّ الخيلاء فقط۔

ترجمہ: ہمارے نزدیک کپڑے کو گھسیٹنا مطلقاً ممنوع ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ممانعت کو تکبر کی صورت میں منحصر کیا ہے اور تکبر کے بغیر کپڑا گھسیٹا جائے تو وہ جائز ہے اور اس وقت یہ حدیث احکام لباس سے نہیں ہوگی اور حق کے زیادہ قریب فقہاء احناف کا مذہب ہے، کیونکہ تکبر فی نفسہ ممنوع ہے اور اس کا کپڑا گھسیٹنے کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو فرمایا تھا کہ تم تکبر کی وجہ سے تہبند نہیں گھسیٹتے تو اس میں تکبر کو ایک مناسب علت کے طور پر بیان فرمایا ہے ہر چند کہ تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تہبند گھسیٹنے کے جواز کی علت یہ تھی کہ جب تک وہ خوب احتیاط سے تہبند نہ باندھیں ان کا تہبند پھسل جاتا تھا۔ البتہ عدم تکبر کو آپ نے ایک زائد علت کے طور پر بیان فرمایا جو جواز کیلئے مفید ہے اور اس کی تاکید کرتی ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس مسئلہ کو پوچھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ممانعت بطور عموم تھی۔ (یعنی تکبر ہو یا نہ ہو تہبند گھسیٹنا ممنوع ہے) اور اگر انکے نزدیک یہ ممانعت تکبر کی وجہ سے ہوتی تو پھر ان کے سوال کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سوال کیا تھا: یارسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ! میرے تہبند کی ایک جانب پھسل جاتی ہے الا یہ کہ میں اس کو خوب احتیاط سے باندھوں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہوں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۵۷۸۴:)

اور کسی مناسب امر کو بطور علت بیان کرنا معروف طریقہ ہے اور ہمارے لئے یہ کہنا جائز ہے کہ تکبر سے تہبند گھسیٹنا اس شخص کے لئے ممنوع ہے جو مضبوطی سے تہبند باندھ سکتا ہو اس لئے فقط تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے۔ (فیض الباری علی صحیح البخاری، کتاب اللباس، ج۶، ص۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ٹخنوں سے نیچے پائچے رکھنا مردوں کو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔)

الجواب : پائچوں کا کعبین سے نیچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر راہ عجب و تکبر ہے تو قطعاً ممنوع و حرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۲، ص۱۶۴، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

علی الاطلاق وارد ہوا کہ اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بتکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں۔ مگر علماء درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، ج۲۲، ص۱۶۷، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

ہاں اس میں شبہہ نہیں کہ نصف ساق (پنڈلی) تک پائچوں کا ہونا بہتر و عزیمت ہے اکثر ازار پر انوار سید الابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام یہیں تک ہوتی تھی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۲۲، ص۱۶۸، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : ازقسم ازار (یعنی پائجامہ وغیرہ) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا، وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ (بخاری)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے پیر کے جتنے حصہ پر تہبند وغیرہ لٹکا ہوگا وہ پورا حصہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ بعض حضرات نے یہ مطلب لیا ہے کہ یہ عمل یعنی ٹخنے سے نیچے تہبند وغیرہ لٹکانا ایک مذموم عمل ہے اور دوزخیوں کا کام ہے۔ ٹخنے سے نیچے ازار وغیرہ لٹکانے کے مسئلہ میں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ اس سلسلے میں جو احادیث منقول ہیں ان میں زیادہ تر ازار کے لٹکانے کا ذکر ہے اور ازار لٹکانے والے کے حق میں بہت سخت وعیدیں بھی بیان کی گئی ہے۔

بہر حال عزیمت یعنی اولی درجہ یہ ہے کہ ازار یعنی تہبند و پائجامہ کو نصف پنڈلی تک رکھا جائے، چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا تہبند نصف پنڈلی ہی تک رکھتے تھے البتہ رخصت یعنی اجازت و آسانی کا درجہ ٹخنوں تک ہے کہ تہبند و پائجامے کو زیادہ سے زیادہ ٹخنوں تک رکھا جا سکتا ہے، کرتے و قمیص اور عبا و شیروانی وغیرہ کے دامن کا بھی یہی حکم ہے، اسی طرح قمیص و کرتے وغیرہ کی آستینوں کی مسنون لمبائی یہ ہے کہ وہ بند دست یعنی ہاتھ کے جوڑ تک ہوں عمامہ کا شملہ زیادہ سے زیادہ اتنا چھوڑا جانا چاہئے جو نصف پشت تک رہے، جو شملہ لمبائی یا چوڑائی میں اس سے زائد ہوگا وہ بدعت اور اس

زائد لٹکانے میں شمار ہوگا جو ممنوع ہے، چنانچہ بعض علاقوں اور شہروں کے لوگ اپنے لباس میں جو زائد از ضرورت کپڑا استعمال کرتے ہیں، جیسے ضرورت سے زائد لمبی لمبی آستینوں اور وسیع و عریض دامنوں والے کرتے، کئی کئی گز کے پاجامے اور شلواروں اور بڑے بڑے عمامے اور پگڑی کا رواج بعض جگہ پایا جاتا ہے وہ خلاف سنت ہے بلکہ یہ زائد از ضرورت کپڑے صرف کرنا اگر تکبر و غرور کی نیت سے ہوگا تو اس کو حرام کہیں گے اور اگر لوگوں کی دیکھا دیکھی یا کسی رواج کے تحت ہوگا تو اس کو مکروہ کہا جائے گا کپڑوں میں ضرورت سے زائد لمبائی چوڑائی رکھنا عورتوں کیلئے بھی ممنوع ہے مگر مردوں کی بہ نسبت ایک بالش یا دو بالش کے بقدر زائد ہونا جائز ہے، بلکہ اتنی زائد مقدار تو مستحب ہے جو پردہ پوشی کے بقدر ہو۔ (مظاہر حق ۴ جدید ص ۱۵۲۔۱۵۳)

اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لباس ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا حکم فرمایا:

اب ہم وہ احادیث ہدیۂ قارئین کرتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے صراحت کے ساتھ مسلمان کے لباس کے لئے حد مقرر فرمائی کہ کپڑے کہاں تک رکھنے چاہیئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا کہ اپنے لباس کو آدھی پنڈلی یا اس سے نیچے مگر ٹخنوں سے اوپر تک رکھو۔

مشکوۃ شریف اور السنن الکبریٰ میں ہے :**وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ» :إِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ مَا أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ فَفِي النَّارِ «قَالَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ »وَلَا يَنْظُرُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا۔** ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ تہبند اس کی آدھی پنڈلیوں تک ہوں اس پر پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان میں گناہ نہیں جو اس سے نیچے ہوگا وہ آگ میں ہوگا، یہ تین بار فرمایا، اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا جو فخریہ طور پر اپنا تہبند نیچا رکھے گا۔ (مشکوۃ ص ۳۷۴، کتاب اللباس، الفصل الثانی، قدیمی، کراچی، سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۴۶، باب موضع الازار من الرجل)

نسائی اور ابوداؤد شریف میں ہے :**عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ثلاثة لا یکلمهم الله یوم القیامة ولهم عذاب الیم المنان بما اعطاه والمسبل ازاره والمنفق سلعته بالحلف الکاذب۔** ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین اشخاص کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ (۱) دینے کے بعد احسان جتلانے والا، (۲) اپنی تہبند لٹکانے والا، (۳) جھوٹی قسم سے اپنے مال واسباب کو رواج (شہرت) دینے والا۔ (نسائی ص ۲۹۴ ج ۲ ابوداؤد ۲۱۰، ج ۲)

امام مسلم اور امام ابی بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی روایت کرتے ہیں :**عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال مررت برسول الله ﷺ وفی ازاری استرخاء فقال :یا عبد الله :ارفع ازارک فرفعته ثم قال زد فزدت فمازلت اتحراها بعد فقال بعض القوم الی این؟ قال الی انصاف الساقین۔** حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا حالانکہ میرے تہبند میں درازی تھی، تو فرمایا اپنا تہبند اونچا کرو، میں نے اونچا کرلیا، فرمایا اور زیادہ اونچا کرو، میں نے اور زیادہ اونچا کرلیا پھر میں اس کا خیال رکھتا رہا تو بعض قوم نے کہا کہ کہاں تک رہے؟ فرمایا کہ آدھی پنڈلیوں تک۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۵، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب الخ، قدیمی کراچی)

ملاعلی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :**وروی احمد عن انس مرفوعا :الازار الی نصف الساق او الی الکعبین لا خیر فی اسفل من ذلک۔**

حضرت انس نے مرفوع روایت بیان کی کہ تہبند (شلوار وغیرہ) آدھی پنڈلی یا ٹخنوں کے اوپر تک ہونی چاہئے اس سے نیچے کرنے میں کوئی خیر نہیں ہے۔

(مرقات، ج ۸، ص ۱۴۰، کتاب اللباس، الفصل الاول، حقانیہ پشاور)

اور اس حدیث شریف کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

وفی هذه الأحادیث أن إسبال الإزار للخیلاء کبیرة وأما الإسبال لغیر الخیلاء فظاهر

الأحاديث تحريمه أيضا لكن استدل بالتقييد فى هذه الأحاديث بالخيلاء على أن
الإطلاق فى الزجر الوارد فى ذم الإسبال محمول على المقيد هنا فلا يحرم الجر
والاسبال إذا سلم من الخيلاء۔ قال ابن عبد البر مفهومه أن الجر لغير الخيلاء لا يلحقه
الوعيد إلا أن جر القميص وغيره من الثياب مذموم على كل حال فأما لغير الخيلاء
فيختلف الحال فإن كان الثوب على قدر لابسه لكنه يسدله فهذا لا يظهر فيه تحريم
ولا سيما ان كان عن غير قصد كالذى وقع لأبى بكر (رضى الله تعالىٰ عنه) وان كان
الثوب زائدا على قدر لابسه فهذا قديتجه المنع فيه من جهة الإسراف فينتهى إلى
التحريم وقد يتجه، المنع فيه من جهة التشبه بالنساء وهو أمكن فيه من الأول وقد
صحح الحاكم من حديث أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه، و سلم لعن الرجل
يلبس لبسه المرأة وقد يتجه المنع فيه من جهة أن لابسه لا يأمن من تعلق النجاسة به
وإلى ذلک يشير الحديث، الذى أخرجه الترمذى فى الشمائل والنسائى من طريق
أشعث بن أبى الشعثاء وأسم أبيه سليم المحاربى عن عمته واسمها رهم بضم الراء
وسكون الهاء وهى بنت الأسود بن حنظلة عن عمها واسمه عبيد بن خالد قال كنت
أمشى وعلى برد أجره، فقال لى رجل أرفع ثوبک فإنه أنقى وأبقى فنظرت فإذا هو
النبى صلى الله عليه و سلم فقلت إنما هى بردة ملحاء فقال أما لک فى أسوة قال
فنظرت فإذا إزاره إلى أنصاف ساقيه وسنده قبلها جيد وقوله ملحاء بفتح الميم
وبمهملة قبلها سكون ممدودة أى فيها خطوط سود وبيض وفى قصة قتل عمر أنه قال
للشاب الذى دخل عليه أرفع ثوبک فإنه أنقى لثوبک وأتقى لربک وقد تقدم فى

المناقب ويتجه المنع أيضا فى الإسبال من جهة أخرى وهى كونه مظنة الخيلاء
وحاصله أن الإسبال يستلزم جر الثوب وجر الثوب يستلزم الخيلاء ولو لم يقصد
اللابس الخيلاء ويؤيده ما أخرجه أحمد بن منيع من وجه آخر عن بن عمر فى أثناء
حديث رفعه وإياک، وجر الإزار فإن جر الإزار من المخيلة۔

ترجمہ: ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تکبر سے تہبند لٹکانا گناہ کبیرہ ہے، اور بغیر تکبر کے تہبند لٹکانا
بھی بظاہر احادیث سے سے حرام ہی معلوم ہوتا ہے لیکن احادیث میں جو تکبر کی قید لگائی گئی ہے اسے
یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جن احادیث میں تہبند لٹکانے سے مطلقاً منع کیا ہے وہ بھی تکبر سے لٹکانے پر
ہی محمول ہیں، لہٰذا بغیر تکبر کے تہبند لٹکانا حرام نہیں ہے۔

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کے مفہوم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بغیر
تکبر کے تہبند لٹکانے پر وعید ہے البتہ قمیص اور دیگر کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ہر حال میں مذموم
ہے۔

اگر کسی شخص کا لباس بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہو تو اس کا حال مختلف ہے اگر وہ کپڑا اس کے
ٹخنوں کے نیچے لٹک رہا ہو لیکن وہ کپڑا پہننے والے کے قد اور اس کی قامت کے برابر ہو تو اسے حرام
ہونا ظاہر نہیں ہوگا، خصوصاً جبکہ بلا قصد ایسا ہو (یعنی غیر ارادی طور پر تہبند یا شلوار پیٹ سے پھسل کر
ٹخنوں سے نیچے لٹک گئی ہو) جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اس طرح واقع ہوا، اور
اگر کپڑا پہننے والے کے قد اور قامت سے زائد ہو تو اس سے منع کیا جائے گا کیونکہ اس میں اسراف
ہے اور اس کو حرام کہا جائے گا اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس میں عورتوں کی مشابہت ہے،
اور یہ پہلی وجہ سے زیادہ قوی وجہ ہے، کیونکہ امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کے لباس کی نوع کا لباس پہنتا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس طرح کا لباس پہننے والا اس خدشہ سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اس کے لباس پر نجاست لگ جائے (کیونکہ اس کا لباس قدموں کے نیچے گھسٹ رہا ہوتا ہے) اور اس ممانعت کی طرف اشارہ اس حدیث میں ہے جس کو امام ترمذی نے شمائل (رقم ۱۲۱ :) میں اور امام نسائی نے سنن کبریٰ (رقم ۹۶۸۳ :، ۹۶۸۲) میں حضرت عبید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک تہبند باندھے ہوئے جا رہا تھا اور وہ تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا ناگاہ ایک شخص نے فرمایا : اپنا کپڑا اوپر اٹھاؤ اس میں زیادہ صفائی اور زیادہ بقا ہے، میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے، میں نے عرض کیا : یارسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ! یہ تو ایک سیاہ اور سفید دھاریوں والا تہبند ہے (یعنی اس معمولی کپڑے میں تکبر کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : کیا تمہارے لیے میری شخصیت میں نمونہ نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آدھی پنڈلیوں تک تہبند باندھا ہوا تھا۔ (مسند احمد ،ج ،۵،ص، ۳۶۴) اور اس وجہ سے بھی ممنوع ہے کہ کپڑے گھسیٹنے میں تکبر کی بدگمانی ہوتی ہے۔ قامت سے نیچے کپڑا لٹکانا کپڑا گھسیٹنے کو متلزم ہے اور کپڑا گھسیٹنا تکبر کو متلزم ہے خواہ پہننے والے نے تکبر کا قصد نہ کیا ہو، اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، حضرت احمد بن منیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : تم تہبند کو گھسیٹنے سے بچو کیونکہ تہبند گھسیٹنا تکبر سے ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس باب ۵ من جرثوبہ من الخیلاء ج ۱۰ص ۳۲۴-۳۲۵، دار السلام)

أَبِي أُمَامَةَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ لَحِقَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ

الْأَنْصَارِيُّ فِي حُلَّةِ إِزَارٍ وَرِدَاءٍ قَدْ أَسْبَلَ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ بِنَاحِيَةِ ثَوْبه ويتواضع لله وَيَقُول عَبدك وبن عَبْدِك وَأَمَتِك حَتَّى سَمِعَهَا عَمْرٌو فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي حَمْشُ السَّاقَيْنِ فَقَالَ يَا عَمْرُو إِنَّ اللهَ قَدْ أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ يَا عَمْرُو إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْبِلَ الْحَدِيثَ۔

ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بکفه تحت ركبة نفسه فقال :یا عمرو بن زرارة هذا موضع الإزار ثم رفعها ثم وضعها تحت ذلک فقال :یا عمرو بن زرارة هذا موضع الإزار ثم رفعها ثم وضعها تحت ذلک فقال :یا عمرو بن زرارة هذا موضع الإزار۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ’’ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ حضرت عمرو بن زرارہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما تہبند اور چادر کے لباس میں ملبوس اس حالت میں حاضر ہوئے کہ تہبند ٹخنوں کے نیچے تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے کپڑے کے کنارے کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کے ساتھ دعا فرمانے لگے : اے اللہ! تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا اور تیری کنیز کا بیٹا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرو بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کو سنا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں زیادہ باریک پنڈلیوں والا ہوں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا : اے عمرو بن زرارہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہما بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی بڑی اچھی تخلیق فرمائی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ تہبند لٹکانے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ پھر رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ہتھیلی (چار انگلیوں) کو اپنے گھٹنے نیچے رکھ کر ارشاد فرمایا : اے عمرو بن زرارہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تہبند کی جگہ یہ ہے، پھر اس کو اٹھایا پھر اس کے نیچے (چار انگلیاں) رکھ کر

ارشاد فرمایا : اے عمرو بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تہبند کی جگہ یہ ہے، پھر اس کو اٹھایا پھر اس کو اس کے نیچے (چار انگلیاں) رکھ کر ارشاد فرمایا : اے عمرو بن زرارہ ! رضی اللہ تعالیٰ عنہما تہبند کی جگہ یہ ہے۔

(المعجم الکبیر رقم ۷۹۰۹ ج ۸ ص ۲۳۲ مسند الشامیین ج ۲ ص ۲۲۷ فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس باب ۵ من جرثوبہ من الخیلاء ج ۱۰ ص ۳۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

وظاہرہ أن عمر المذکور لم یقصد بإسبالہ الخیلاء وقد منعہ من ذلک لکونہ مظنۃ۔

ترجمہ : اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکور نے اپنے (کپڑے) لٹکانے میں تکبر کا قصد نہیں کیا اور اس کو لٹکانے سے منع فرمایا کیونکہ اس سے بدگمانی ہوتی ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب اللباس باب ۵ من جر ثوبہ من الخیلائ ج ۱۰ ص ۳۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)

درج ذیل عبارت کئی شارحین نے لکھی :

وَقَالَ ابْنُ الْعَرَبِیِّ فِی شَرْحِ التِّرْمِذِیِّ : لَا یَجُوزُ لِرَجُلٍ أَنْ یُجَاوِزَ بِثَوْبِهِ کَعْبَیْهِ وَیَقُولَ لَا أَتَکَبَّرُ بِهِ، لِأَنَّ النَّهْیَ قَدْ یَتَنَاوَلُهُ لَفْظًا، وَلَا یَجُوزُ أَنْ یَتَنَاوَلَهُ اللَّفْظُ حُکْمًا فَیَقُولُ إِنِّی لَسْتُ مِمَّنْ یُسْبِلُهُ، لِأَنَّ تِلْکَ الْعِلَّةَ لَیْسَتْ فِی فَإِنَّهُ مُخَالِفٌ لِلشَّرِیعَةِ وَدَعْوَی لَا تُسَلَّمُ لَهُ بَلْ مِنْ تَکَبُّرِهِ یُطِیلُ ثَوْبَهُ وَإِزَارَهُ فَکَذِبُهُ فِی ذَلِکَ مَعْلُومٌ قَطْعًا۔

ترجمہ : حضرت ابن عربی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "شرح الترمذی" میں فرمایا : مرد کو جائز نہیں کہ اس کا کپڑا اس کے ٹخنوں سے نیچے ہو اور نہ اس کو یہ کہنا جائز ہے کہ میں تکبر کی نیت سے نیچے نہیں رکھتا، کیونکہ الفاظ کے اعتبار سے نہی اس پر مشتمل ہے، اور حکم کے اعتبار سے اس کو لفظ کا شامل ہونا جائز نہیں ہے، اور نہ اس کو یہ کہنا

جائز ہے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں جو اس کو لٹکاتے ہیں، کیونکہ مجھ میں وہ علت نہیں ہے، پس بے شک وہ شریعت کے مخالف ہے اور اس کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کا اپنے کپڑے اور تہبند کو لمبا کرنا ہی اس کے متکبر ہونے سے ہے، تو اس کا اس میں جھوٹا ہونا قطعاً معلوم ہے۔

(جہاں لفظ نہی شامل ہو وہاں اس کی تعلیل بیان کرنا دعوی بلا دلیل ہے۔ بلکہ دامن کا لمبا کرنا تکبر پر دلیل ہے)

(طرف التثریب ج ۹ ص ۳۴، ۳۵ فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۶۳، ۲۶۴ تحفۃ الاحوذی ج ۵ ص ۴۰۵ دار احیاء التراث العربی بیروت سبل السلام باب الادب ج ۴ ص ۱۵۸ عون المعبود ج ۱۱ ص ۷۶ دار احیاء التراث العربی بیروت نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۱۲ حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۸۶۱)

محمد ابن الشیخ علامہ علی بن آدم بن موسیٰ ایتوبی ولولوی، مدرس دار الخیریہ مکہ مکرمہ، لکھتے ہیں :

هذا الذی قاله ابن العربی رحمه الله تعالی هو عین التحقیق، الذی لا یستقیم غیره مع هذه النصوص الظاهرة فی التحریم، وحاصله أن الاسبال یستلزم جر الثوب، وجر الثوب یستلزم الخیلاء، ولو لم یقصد اللابس الخیلاء، فیحرم علیه، کما دلّت علی ذلک ظواهر النصوص الواردة فی النهی عن الاسبال۔

ترجمہ : یہ جس کو ابن عربی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے یہی عین تحقیق ہے، جو تحریم ان ظاہری نصوص کے ساتھ ہے اس کے علاوہ درست نہیں ہوسکتا، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ٹخنوں کے نیچے لٹکانا کپڑے کے گھسیٹنے کو مستلزم ہے، اور کپڑے کو گھسیٹنا تکبر کو مستلزم ہے، اگرچہ لباس پہننے والے نے تکبر کا قصد نہ کیا ہو، تو اس پر حرام ہوگا، جیسا کہ لٹکانے کے متعلق نہی کے بارے میں نصوصِ واردہ کا ظاہر اس پر دلیل ہے۔

(شرح سنن النسائی المسمیٰ ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ، کتاب الزینۃ، ج ۳۹، ص ۹۲، دار المعراج للنشر الریاض المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

محمد ابن الشیخ العلامۃ علی بن آدم بن موسی الأیتوبی الوَلّوِیْ، مدرس "دار الخیرّیۃ مکۃ المکرمۃ"، لکھتے ہیں :

قد تلخّص مما ذُكر من الأدلة أن جرّ الازار تحت الكعبين حرام، ولو لم يكن بقصد الخيلاء، لأنه ﷺ جعله من المخيلة، وأما بقصد الخيلاء، فهو أشدّ تحريماً، وله الوعيد المذكور فی حديث الباب، وأما ما تقدّم من قول النوویّ :انه مكروه تنزيهًا، فلا يخفی ضعفه، فتبصّر۔

ترجمہ: تحقیق جن دلائل کو ذکر کیا گیا ان کی تلخیص یہ ہے کہ بے شک تہبند کو ٹخنوں کے نیچے گھسیٹنا حرام ہے، اگرچہ تکبر کے ارادہ سے نہ ہو، کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو تکبر سے بتایا ہے، اگر تکبر کے ارادہ سے ہو، تو زیادہ سخت حرام ہے، اور باب حدیث میں مذکور وعید اس کے لیے ہو گی اور رہا وہ جو امام نووی کے قول میں سے پہلے گزرا : وہ مکروہ تنزیہی ہے، پس اس کا ضعیف ہونا مخفی نہیں ہے، فتبصر۔ (شرح سنن النسائی المسمیٰ ذخيرة العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ، كتاب الزينة، ج، ۳۹، ص، ۹۳، دار المعراج للنشر، الرياض المكة العربية السعودية)

محمد ابن الشیخ العلامة علی بن آدم بن موسیٰ الأَیتوبی الوَلّوِیْ، مدرس ''دار الخیریّة مکة المکرمة'' لکھتے ہیں:

وخلاصة القول فی هذه المسألة أن الاسبال محرّم مطلقاً، سواء كان خيلاء، وهو أشد تحريما، أم لا۔

اور اس مسئلہ میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ (کپڑا، یا تہبند، شلوار) لٹکانا مطلقاً حرام ہے، باعتبار تکبر ہو یا بغیر تکبر کے ہو۔ باعتبار تکبر ہو تو زیادہ سخت حرام ہے۔

(شرح سنن النسائی المسمیٰ ذخیرة العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ، کتاب الزینة، ج،۳۹،ص، ۹۳، دار المعراج للنشر، الریاض المکة العربیة السعودیة)

شیخ عبد الحق حنفی، نقشبندی محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وازار آنحضرت ﷺ از بالائے ناف تا فوق کعبین بوده واینقدر سنت واز ناف تا زانو ستر فرض ست و بعضے ناف را در عورت نگرفته اند چرا که ناف حسنین رضی الله

تعالیٰ عنهما را آنحضرت ﷺ بوسیده اند وهمبریں قیاس سراویل که در عجم متعارفست وآنرا شلوار میگوئند بمقدار ازار آنحضرت ﷺ باید اگر زیر شتالنگ باد وسه چین واقع شود بدعت و گناه ست ودر حدیث آمده که گفت رسول علیه الصلوة والسلام: ''لا ینظر الله یوم القیامة الی من جر ازاره بطرا'' یعنی نظر نمیکند خدائے تعالی جلشانه روز قیامت سوئے کسے که بکشد ازار خود را و دراز ارسازد بطریق تکبر و اسراف وطغیان نعمت و ازیں قید معلوم میشود که اگر ازروئے تکبر نباشد و بجهت عذرے باشد مثل مرض وردقت کرده بود و نزد فقها ازار که فرو تر از شتالنگ باشد حرام است و بدعت ست محض چنانچه فرمود رسول علیه الصلوة والسلام: ''من جر ثوبه خیلاء لم ینظر الله الیه یوم القیامة'' وقال علیه الصلوة والسلام: ''ماأسفل من الكعبين من الازار فهو فی النار''۔

ترجمہ: اور آنحضرت شفیع محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تہبند مبارک ناف کے اوپر سے ٹخنوں کے اوپر تک ہوتا تھا اور اسی قدر مسنون ہے اور ناف (کے نیچے) سے گھٹنوں (کے نیچے) تک ستر (یعنی ڈھانکنا) فرض ہے، بعض نے ناف کو ستر عورت (یعنی جس کا چھپانا فرض ہے) قرار نہیں دیا کیونکہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ناف کو آنحضرت نے بوسہ دیا ہے۔ اسی قیاس پر سراویل (پاجامہ یا شلوار) ہے۔ جو سراویل عجم میں متعارف ہے اسے شلوار کہتے ہیں وہ آنحضرت شفیع محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازار کی مقدار کے برابر ہونی چاہئے اگر ٹخنوں سے دو تین شکن نیچے ہو تو بدعت و گناہ ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: خدائے عزوجل بروز قیامت اس شخص کی جانب نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جو از راہ تکبر، فضول خرچی اور نعمت کی ناشکری کے طور پر

اپنی چادر گھسیٹے اور اسے لمبا کرے۔اس قید سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر (چادر کا لمبا ہونا) از روئے تکبر کے نہ ہو بلکہ کسی عذر کی وجہ سے ہو مثلاً (چادر کو) مرض اور تکلیف کی وجہ سے لمبا کیا ہو (تو حرج نہیں)۔اور فقہا کے نزدیک ازار (تہبند) جو ٹخنوں سے نیچے ہو حرام ہے اور محض بدعت ہے چنانچہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''جو شخص بطور تکبر اپنا کپڑا گھسیٹے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر (عنایت) نہیں فرمائے گا''۔اور فرمایا: ''تہبند کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ کی آگ میں ہے''۔

(کشف الالتباس فی استحباب اللباس ص،۴۵،۴۶،۴۷، رسالہ ضیاء القلوب فی لباس المحبوب، خلاصۃ الفتاوی ،ج،۳،ص،۱۵۵، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز لکھتے ہیں :

اسئلة متفرقة والأجوبة عليها حكم إطالة الثوب سواء كان للخيلاء أو بحكم العادة۔

س. ما حكم إطالة الثوب إن كان للخيلاء أو لغير الخيلاء؟ وما الحكم إذا اضطر الإنسان إلى ذلك سواء إجبارا من أهله إن كان صغيرا أو جرت العادة على ذلك؟

الجواب :حكمه التحريم في حق الرجال، لقول النبي صلى الله عليه وسلم» :ما أسفل من الكعبين من الإزار فهو في النار «رواه البخاري في صحيحه، وروى مسلم في الصحيح عن أبي ذر رضي الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم» :ثلاثة لا يكلمهم الله ولا ينظر إليهم يوم القيامة ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم :المسبل إزاره، والمنان فيما أعطى، والمنفق سلعته بالحلف الكاذب. وهذان الحديثان وما في معناهما يعمان من أسبل ثيابه تكبرا أو لغير ذلك من الأسباب، لأنه صلى الله عليه وسلم عمم وأطلق ولم يقيد، وإذا كان الإسبال من أجل الخيلاء صار الإثم أكبر والوعيد أشد

لقوله صلى الله عليه وسلم» :ومن جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة « ولا يجوز أن يظن أن المنع من الإسبال مقيد بقصد الخيلاء؛ لأن الرسول لم يقيد ذلك عليه الصلاة والسلام في الحديثين المذكورين آنفا، كما أنه لم يقيد ذلك في الحديث الآخر وهو قوله لبعض أصحابه» وإياك والإسبال فإنه من المخيلة، فجعل الإسبال كله من المخيلة، لأنه في الغالب لا يكون إلا كذلك، ومن لم يسبل للخيلاء فعمله وسيلة لذلك، والوسائل لها حكم الغايات، ولأن ذلك إسراف وتعريض لملابسه للنجاسة والوسخ، ولهذا ثبت عن عمر رضي الله عنه أنه لما رأى شابا يمس ثوبه الأرض قال له : ارفع ثوبك فإنه أتقى لربك وأنقى لثوبك. أما قوله لأبي بكر الصديق رضي الله عنه لما قال» :يا رسول الله إن إزاري يسترخي إلا أن أتعاهده فقال له صلى الله عليه وسلم : إنك لست ممن يفعله خيلاء « فمراده صلى الله عليه وسلم أن من يتعاهد ملابسه إذا استرخت حتى يرفعها لا يعد ممن يجر ثيابه خيلاء لكونه لم يسبلها، وإنما قد تسترخي عليه فيرفعها ويتعاهدها ولا شك أن هذا معذور، أما من يتعمد إرخاءها سواء كانت بشتا أو سراويل أو إزارا أو قميصا فهو داخل في الوعيد وليس معذورا في إسباله ملابسه، لأن الأحاديث الصحيحة المانعة من الإسبال تعمه بمنطوقها وبمعناها ومقاصدها فالواجب على كل مسلم أن يحذر الإسبال وأن يتقي الله في ذلك، وألا تنزل ملابسه عن كعبه عملا بهذا الحديث الصحيح، وحذرا من غضب الله وعقابه. والله ولي التوفيق۔

سوال: کپڑا دراز رکھنے کا کیا حکم ہے۔خواہ یہ تکبر کے طور پر یا بغیر تکبر ہو اور جب انسان اس کام پر

مجبور ہو تو پھر کیا حکم ہے۔خواہ اس کے گھر والے اسے مجبور کرتے ہوں۔اگر وہ چھوٹا ہو یا عادت ہی ایسی رائج ہوگئی ہو؟

جواب: مردوں کے لئے ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: تہبند کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہوگا۔(بخاری، مسلم) رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: قیامت کے دن تین شخصوں سے نہ اللہ کلام کرے گا نہ انکی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ایک اپنا تہبند لٹکانے والا، دوسرا دے کر احسان جتلانے والا اور تیسرا جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا۔ یہ دونوں حدیثیں اور دوسری حدیثیں جو ان معنوں میں آئی ہیں، ہر طرح کے کپڑے لٹکانے والے کو عام ہیں۔خواہ وہ تکبر سے لٹکائے یا کسی اور وجہ سے۔کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علی الاطلاق فرمایا ہے اسے مقید نہیں کیا اور جب کپڑا لٹکانا از راہ تکبر ہو تو یہ کبیرہ گناہ بن جاتا ہے جس کی سخت وعید آئی ہے ۔چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس نے تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔اور یہ خیال کرنا کہ کپڑا لٹکانا صرف اس صورت میں منع ہے کہ از راہ تکبر ہو، درست نہیں۔کیونکہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذکورہ حدیثوں میں اس چیز کی کوئی قید نہیں لگائی۔جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: لٹکانے سے بچو کیونکہ یہ تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے۔گویا آپ نے کسی طرح بھی، لٹکانے کی وجہ تکبر ہی قرار دی ہے۔کیونکہ بسا اوقات معاملہ ایسا ہوتا ہے اور جو شخص تکبر کی وجہ سے نہ لٹکائے تو یہ بھی تکبر کا وسیلہ ہے اور وسیلہ کا حکم غایت کا حکم ہوتا ہے۔یہ کام اسلئے بھی حرام ہے کہ اس میں اسراف ہے اور اپنے لباس کی نجاست اور میل کچیل پر پیش کیا جاتا ہے۔اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے کہ جب وہ کسی نوجوان کو دیکھتے کہ اس کا کپڑا زمین کو چھو رہا ہے تو اسے فرماتے: ''اپنا کپڑا اونچا کر لے۔یہ تیرے پروردگار کے لئے تقوی اور تیرے کپڑے کے لئے صفائی والا کام ہے''۔رہا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ارشاد۔جب انہوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام! میرا تہبند

سرک جاتا ہے الا یہ کہ میں اسے باندھتا رہوں''۔تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرمایا: ''آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے نہیں جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں''۔اس سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد یہ تھی کہ جب تہبند ڈھیلا ہو جائے تو وہ شخص باندھ لے حتیٰ کہ وہ اونچا ہو جائے، وہ ان میں شمار نہ ہوگا جو تکبر سے اپنا تہبند گھسیٹتے ہیں کیونکہ اس نے اسے لٹکایا نہیں اور جس شخص کا کپڑا ڈھیلا ہو جاتا ہو اور پھر وہ اسے اونچا کرتا اور باندھتا رہے، بلاشبہ وہ معذور ہے۔مگر جو شخص دانستہ اسے لٹکائے خواہ یہ چغہ (عبایا) ہو یا پاجامہ یا تہبند یا قمیص ہو، وہ اس وعید میں داخل ہے اور وہ اپنا لباس لٹکانے میں معذور نہیں ہے کیونکہ جو احادیث صحیحہ کپڑا لٹکانے کی ممانعت میں آئی ہیں، اپنے مفہوم ومعنی اور مقاصد کے اعتبار سے عام ہیں۔لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ کپڑا لٹکانے سے بچے اور اس معاملہ میں اپنے پروردگار سے ڈرے اور ان صحیح احادیث پر عمل کرتے ہوئے اپنا لباس ٹخنے سے نیچے نہ لٹکائے اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور اسکے عذاب سے ڈرے۔۔۔اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (مجموع فتاویٰ ابن باز، اطالۃ الثوب، ج،۶،ص،۳۸۲، ۳۸۳)

قال يحرم على الرجل أن يجاوز بثوبه الكعبين ويستحب أن يكون في أنصاف الساق إلى ما فوق الكعبين ففي الصحيح سترة المؤمن إلى أنصاف ساقيه فإن زاد فإلى الكعبين فما زاد ففي النار۔

فرمایا: مرد پر اپنے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے اور ٹخنوں کے اوپر سے لے کر نصف پنڈلی تک مستحب ہے، پس صحیح (قول) میں مومن کا پردہ نصف پنڈلیوں تک ہے اگر زیادہ کرے تو ٹخنوں تک ہے، پھر جو زیادہ کرے تو وہ حصہ دوزخ میں جائے گا۔(الذخرۃ، باب فرع، ج،۱۳،ص،۲۶۵)

ابو مالک کمال بن سید سالم، لکھتے ہیں:

فالحاصل أن إسبال الثوب تحت الكعبين حرام ويستحق فاعله أن يُعذَّب، ما تحت الكعبين في النار۔

ترجمہ: پس حاصل کلام یہ ہے کہ کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے، اور کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا عذاب کا مستحق ہے، جو ٹخنوں سے نیچے ہے وہ آگ میں ہے۔

(صحیح فقہ السنۃ وادلتہ وتوضیح مذاہب الائمۃ، اللباس والزینۃ للرجال، ج،۳،ص،۱۲)

محمد بن صالح عثیمین لکھتے ہیں:

واختلف العلماء في صحة صلاته، فمنهم من قال :إن صلاته صحيحة لكنه آثم بإسبال ثوبه، ومنهم من قال :إن صلاته غير صحيحة، لأنه لبس ثوباً محرماً والراجح أن صلاته صحيحة، لكنه آثم بالإسبال۔

ترجمہ: اور ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والے کی نماز کی صحت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، پس بعض کہتے ہیں کہ اس کی نماز صحیح ہے لیکن ٹخنوں سے نیچے اپنے کپڑے کو لٹکانے والا گناہ گار ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی نماز صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس نے حرام لباس پہنا ہے، اور راجح یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے لیکن ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا گناہ گار ہے۔ (اللقاء الشہری ج ۴ ص ۱۵)

سعید بن علی بن وھف قحطانی، لکھتے ہیں:

وهذه الأحاديث تدل على أن إسبال الثياب والعمائم، والمشالح، والسراويل من كبائر الذنوب. وأن المسبل من الرجال إن كان متكبراً فقد ارتكب كبيرتين :الكبر، والإسبال، وإن لم يكن متكبراً فقد ارتكب كبيرة الإسبال۔

ترجمہ: اور یہ (مذکورہ بالا) احادیث اس بات پر دلیل ہیں کہ کپڑے اور عمامے اور شلواریں ٹخنوں سے نیچے لٹکانا کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ اور بے شک ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا مرد اگر متکبر ہے تو اس نے دو کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا ہے، اور اگر متکبر نہیں ہے تو اس نے ایک کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ہے۔(الصیام فی الاسلام فی ء الکتبا والسنۃ ،ج،اص،۶۵۹،صلاۃ العیدین

،ج،اص،۱۵۰،صلاۃ المومن،ج،۲،ص،۹۶۱)

محمد بن عبدالعزیز بن عبداللہ المسند، لکھتے ہیں:

س :هل إسبال الملابس لغير الخيلاء محرم أم لا؟

ج :إسبال الملابس للرجال محرم سواء كان الخيلاء أو لغير الخيلاء، ولكن إذا كان للخيلاء فإن عقوبته أشد وأعظم۔

س: کیا بغیر تکبر کے ٹخنوں سے کپڑے کو نیچے لٹکانا حرام ہے یا نہیں؟

ج: مردوں کے لیے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے، خواہ تکبر سے ہو یا بغیر تکبر کے ہو، اور لیکن جب تکبر کے طور پر ہو تو اس کی سزا زیادہ سخت اور زیادہ بڑی ہے۔

(فتاوی اسلامیہ حکم اسبال الملابس لغیر الخیلاء، ج،۴،ص،۲۳۸)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی، شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ان الاسبال يكون فى الازار والقميص والعمامة وأنه لايجوز اسباله تحت الكعبين ان كان للخيلاء فان كان لغيرها فهو مكروه وظواهر الأحاديث فى تقييدها بالجر خيلاء تدل على أن التحريم مخصوص بالخيلاء وهكذا نص الشافعى على الفرق كماذكرنا وأجمع العلماء على جواز الاسبال للنساء وقد صح عن النبى صلى الله عليه و سلم الاذن لهن فى ارخاء ذيولهن ذراعا والله أعلم وأما القدر المستحب فيما ينزل إليه طرف القميص والازار فنصف الساقين كما فى حديث ابن عمر المذكور وفى حديث أبى سعيد ازاره المؤمن إلى أنصاف ساقيه لاجناح عليه فيما بينه وبين الكعبين ماأسفل من ذلک فهو فى النار فالمستحب نصف الساقين والجائز بلاكراهة ماتحته إلى الكعبين فما نزل عن الكعبين فهو ممنوع فان كان للخيلاء فهو ممنوع منع تحريم

والافمنع تنزيه وأما الأحاديث المطلقة بأن ماتحت الكعبين فى النار فالمراد بها ما كان للخيلاء لانه مطلق فوجب حمله على المقيد۔

ترجمہ: تہبند، قمیص اور عمامہ ان میں سے ہر ایک کو ٹخنوں کے نیچے تکبر سے لٹکانا منع ہے اور بغیر تکبر کے لٹکانا مکروہ ہے چونکہ احادیث میں کپڑا لٹکانے کی ممانعت کو تکبر کے ساتھ مقید کیا گیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حرام ہونا تکبر کے ساتھ مخصوص ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس فرق کی تصریح کی ہے، اور عورتوں کے لیے کپڑا لٹکانے کی اجازت ہے اس کے جواز کی احادیث میں تصریح ہے اور اس کے جواز پر علماء کا اجماع ہے اور حدیث صحیح میں آپ ﷺ مبارک نے عورتوں کیلئے ایک گز کپڑا لٹکانے کی اجازت دی ہے، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ مومن کا تہبند پنڈلیوں کے نصف سے لے کر ٹخنوں تک نیچے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے، لہٰذا پنڈلیوں کے نصف تک تہبند لٹکانا مستحب ہے، اور ٹخنوں تک نیچے کرنا بلا کراہت جائز ہے، اور تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے، اور جن احادیث میں مطلقاً آیا ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو تکبر کی وجہ سے لٹکایا گیا ہو، کیونکہ یہ احادیث مطلق ہیں اور مطلق کو مقید پر حمل کرنا واجب ہے۔ (شرح النووی علی مسلم، ج۲، ص۱۹۴، ۱۹۵، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

محمد بن صالح بن محمد عثیمین لکھتے ہیں:

وبهذا نعرف قول النووي رحمه الله بتحريم الإسبال خيلاء وكراهيته لغير الخيلاء والصحيح أنه حرام سواء كان لخيلاء أم لغير خيلاء بل الصحيح أنه من كبائر الذنوب لأن كبائر الذنوب كل ذنب جعل الله عليه عقوبة خاصة به وهذا عليه عقوبة خاصة ففيه الوعيد بالنار إذا كان لغير الخيلاء وفيه وعيد بالعقوبات الأربع إذا كان خيلاء لا يكلمه الله يوم القيامة ولا ينظر إليه ولا يزكيه وله عذاب أليم۔

ترجمہ: اور اس سے ہم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول پہچانتے ہیں کہ تکبر کے ارادہ سے کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے اور بغیر تکبر کے مکروہ ہے، اور صحیح یہ ہے کہ تکبر سے ہو یا بغیر تکبر کے ہو حرام ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ ہر کبیرہ گناہ پر اللہ تعالیٰ نے ایک خاص سزا مقرر فرمائی ہے، اور اس (اسبال) پر بھی ایک خاص سزا مقرر فرمائی ہے، پس جب بغیر تکبر کے ہو تو اس پر آگ کی وعید ہے، اور جب تکبر کے ساتھ ہو تو اس پر چار سزاؤں کی وعید ہے:

(۱) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے کلام نہیں فرمائے گا، (۲) اور اس کی طرف نظرِ رحمت نہیں دیکھے گا، (۳) اور اس کو پاک نہیں فرمائے گا، (۴) اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

(شرح ریاض الصالحین ج۴ ص۲۸۷)

محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ شوکانی یمنی لکھتے ہیں:

وَقَدْ جَمَعَ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ رِسَالَةً طَوِيلَةً جَزَمَ فِيهَا بِتَحْرِيمِ الْإِسْبَالِ مُطْلَقًا۔

ترجمہ: اور تحقیق بعض متاخرین نے ایک بہت بڑا رسالہ جمع کیا ہے، اس میں جزم کیا ہے کہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مطلقاً حرام ہے۔

(نیل الاوطار کتاب اللباس باب الرخصۃ فی اللباس الجمیل ج۱ ص۶۴۱ دار الکلم الطیب بیروت)

حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی، شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ورأى ابن عمر رجلا يجر إزاره فقال إن للشيطان إخوانا كررها مرتين أو ثلاثا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنا تہبند گھسیٹ رہا تھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو یا تین بار فرمایا شیطان کے بھی کچھ بھائی ہیں۔

(احیاء العلوم بیان ذم الاختیال واظہار الکبر فی مشی وجر الثیاب ج۳ ص۴۶۲، المکتبۃ التوفیقیۃ، القاہرۃ)

شیخ المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ملفوظ جسے آپ کے خلیفہ اکبر حضرت سیدنا ہند ولی خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع کیا لکھتے ہیں:

ٹخنوں کے نیچے لباس کرنے کے بارے میں آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تہبند، شلوار اور پاجامہ کے پائچہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا منافقوں کی علامت ہے اور جو شخص تہبند، شلوار کا پائچہ لمبا کرتا ہے اور پاؤں کے نیچے لٹکاتا ہے تو ایسا شخص خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نافرمان ہے پھر فرمایا جو شخص شلوار، پاجامہ، تہبند کے پائنچے کو اس قدر دراز کرے کہ وہ پاؤں کے نیچے تک لٹکے تو ہر قدم پر زمینی اور آسمانی فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس کے بدن کے ہر بال کے بدلے دوزخ میں اس کے لئے ایک مکان تیار ہوتا ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو لمبا تہبند باندھتا ہے وہ منافق ہوتا ہے اور جو اپنی آستین دراز کرتا ہے وہ لعنتی ہوتا ہے۔

پھر حضرت ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بدن پر کپڑا پہننے میں فضول خرچی نہ کریں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کپڑے میں اسراف یعنی ضرورت سے زیادہ صرف کرنے سے منع فرمایا ہے یہاں کہ مردے کے بدن پر کفن کے زیادہ کرنے کو منع فرمایا ہے، کیونکہ دونوں چیزوں کے بدلے عذاب ہوتا ہے، ایک کفن کی فضول خرچی کرنے سے اور دوسری چیز لباس کا ٹخنوں سے نیچے کرنا ہے۔

(انیس الارواح، ہشت بہشت، ص، ۵۳)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ لکھتے ہیں:

أَنَّ أُزُرَهُمْ إِلَى أَنْصَافِ سُوقِهِمْ. قَالَ الطِّيبِيُّ فِيهِ إِدْمَاجٌ بِمَعْنَى التَّجَلُّدِ وَالتَّشَمُّرِ لِلْقِيَامِ إِلَى الصَّلَاةِ، لِأَنَّ مَنْ شَدَّ إِزَارَهُ إِلَى سَاقِهِ تَشَمَّرَ لِمُزَاوَلَةِ مَا اهْتَمَّ بِشَأْنِهِ، أَوْ يَكُونَ كِنَايَةً عَنِ التَّوَاضُعِ، كَمَا أَنَّ جَرَّ الْإِزَارِ كِنَايَةٌ عَنِ الْكِبْرِ وَالْخُيَلَاءِ۔

ترجمہ: ان کا ازار تہبند نصف ساق تک ہوگا۔طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اس میں ادماج ہے اس معنیٰ: التَّجَلُّدِ وَالتَّشَمُّرِ لِلْقِيَامِ إِلَى الصَّلَاةِ۔

کیونکہ جو شخص تہبند پنڈلی تک کس لیتا ہے تو اس سے کسی اہم کام کے لئے تیار ہونا سمجھا جاتا ہے، یا یہ کنایہ ہے تواضع سے۔جیسے ازار کا لٹکانا تکبر سے کنایہ ہوتا ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل باب فضائل سید المرسلین ج ۱۰ ص ۴۲ المکتبہ الرشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

وفی الشمائل عن عبید بن خالد المحاربی قال بینما انا امشی بالمدینة اذ انسان خلفی یقول :ارفع ازارک فانه اتقی وفی روایة انقی ـ۔ فالتفت فاذا هو رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فقلت یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم انما هی بردة ملحاء قال امالک فِیَّ اسوة، فنظرت فاذا ازاره الی نصف ساقیه۔۔۔وعن حذیفة قال اخذ رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بعضلة ساقی او ساقه فقال: هذا موضع الازار، فان ابیت فاسفل فان ابیت فلا حق للازار فی الکعبین۔ شمائل میں ہے کہ عبید بن خالد محاربی نے کہا کہ میں مدینہ میں جا رہا تھا کہ کسی نے پیچھے سے آواز دی کہ اپنی تہبند کو اونچا کرو کیونکہ یہ تقویٰ ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ اس طرح یہ پاک رہے گی، میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بہت قیمتی اور عمدہ چادر نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : کیا تمہارے لئے میرے طریقے (سنت) میں کامل نمونہ نہیں ہے؟ پس جب میں نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازار مبارک آدھی پنڈلی تک اونچا تھا۔۔۔۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری یا اپنی پنڈلی کے درمیان سخت گوشت کو پکڑ کر فرمایا: یہ تہبند کی جگہ ہے اور اگر تم یہاں تک نہیں رکھنا چاہتے تو اس سے ذرا نیچے کرلو اور اگر اس سے اور نیچے کرنا چاہتے ہو تو ٹخنوں سے نیچے تہبند کو لٹکانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

(مرقات ج ۸ ص ۱۶۹، کتاب اللباس، الفصل الاول، حقانیہ، پشاور)

اور ابو داوٗد شریف میں ابن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : **نعم الرجل خریم الاسدی لولا طول جمته واسبال ازاره فبلغ ذلک خریما فجعل فاخذ شفرة فقطع بها جمته الی أذنیه ورفع ازاره الی انصاف ساقیه۔** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا خریم اسدی بہت اچھا شخص ہے اگر اس کے سر کے بال بڑے نہ ہوتے اور تہبند نیچا نہ ہوتا، جب یہ خبر خریم اسدی کو پہنچی تو چھری لے کر بال کاٹ ڈالے اور کانوں تک کر لئے اور تہبند کو آدھی پنڈلی تک اونچا کر لیا۔ (ابوداؤد شریف، کتاب اللباس ص ۵۶۵)(المستدرک علی الصحیحین، ج ۵ ص ۱۱۹)

درج بالا روایات سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے صحابی کہ جن کے بارے میں آپ ﷺ نے خود فرمایا: **نعم الرجل عبد اللہ**۔ عبد اللہ بہت ہی اچھا شخص ہے۔ (بخاری، ص ۱۵۱، ج ۱، باب التہجد، نور محمد کراچی)

حضرت خریم اسدی اور عبید بن خالد محاربی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنا تہبند اونچا کرو جو اس وقت ٹخنوں سے نیچے تھا اور اتنا زیادہ اونچا کرا دیا کہ وہ آدھی پنڈلی تک پہنچ گیا اور اس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے کہ وہ آدھی پنڈلی تک رہتا۔

درج بالا حدیث سے ان باتوں کا استنباط ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان صحابہ کو تہبند اونچا کرنے کا جو حکم دیا تو کیا ان کے دل میں تکبر تھا؟ کیونکہ تہبند نیچے کرنا متکبرین کی نشانی ہے، اور اگر ان کے دل میں تکبر نہیں تھا تو آپ ﷺ نے ان کو تہبند لٹکانے کی رخصت کیوں عطا نہیں فرمائی جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرما کر رخصت دی تھی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تکبر نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہ جب آپ ﷺ نے بار بار عبد اللہ بن عمر، خریم اسدی اور عبید بن خالد محاربی رضی اللہ عنہم کو جو تہبند اوپر کرنے کا حکم فرمایا، اگر عام حالت سے اوپر کرنے کے لئے فرمان نبوی ﷺ کے موافق بار بار اوپر چڑھانا (سمیٹنا اور اڑسنا) مکروہ ہے تو پھر تو ان صحابہ نے بھی (نعوذ باللہ!) مکروہ کام کیا کیونکہ اس عمل کو بعض علماء اہلسنت نے کف ثوب کے حکم میں داخل مان کر مکروہ قرار دیا جس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوگا کہ جب عبد اللہ بن عمر، خریم اسدی اور عبید بن خالد محاربی

رضی اللہ عنہم کا اس طرح اپنے کپڑے کو سمیٹنا اور اڑسنا مکروہ ہے تو آپ ﷺ کی موجودگی میں مکروہ کام ہو رہا ہے اور آپ ﷺ اس کو منع نہیں فرما رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کسی خلاف شرع کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے ورنہ زبان سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ایمان کی نشانی ہے۔

معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن عمر، خریم اسدی اور عبید بن خالد محاربی رضی اللہ عنہم کے دل میں تکبر نہ تھا پھر بھی آپ ﷺ نے ان کو بار بار کپڑا اٹھانے کا حکم دیا کہ وہ آدھی پنڈلی تک پہنچ گیا، اسی طرح ان صحابہ کا اپنے تہبند کو اوپر اٹھانا (اڑسنا، سمیٹنا) بھی مکروہ نہیں تھا ورنہ آپ ﷺ ضرور ان کو اس طرح کرنے سے منع فرماتے۔

درج بالا روایات سے ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو اپنے آپ کو سچا عاشق رسول ﷺ کہتے ہیں اور شلوار کو فرمان نبوی ﷺ اور سنت نبوی ﷺ اور صحابہ کرام کے عمل کے خلاف ٹخنوں سے نیچے رکھتے ہیں اور جمہور صحابہ کے عمل کو پس پشت ڈال کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تخصیصی عمل کو دلیل بنا کر مکروہ کام کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اب ہم ذیل میں وہ روایات نقل کرتے ہیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو تہبند (شلوار وغیرہ) ٹخنوں سے اونچا رکھنے کا حکم دیتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی ہستیوں کے بارے میں ہم بدگمانی نہیں کر سکتے کہ ان کے دلوں میں ذرہ بھر بھی تکبر تھا اس لئے ایک دوسرے کو اس کام کا حکم دیتے تھے تاکہ کراہت تحریمی سے (بوجہ خیلاء، تکبر) بچیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

امام بخاری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ **فلما ادبر اذا ازارہ یمس الارض قال ردوا علی الغلام قال یا ابن اخی ارفع ثوبک فانہ انقی لثوبک و اتقی لربک**۔ ایک لڑکا آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ جب واپس

جانے لگا، اس کا ازار زمین کو چھو رہا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس لڑکے کو واپس بلاؤ۔ پھر اس سے فرمایا: اے بھائی، اپنا کپڑا (ازار یا شلوار) اوپر کر۔ بے شک یہ تیرے کپڑے کے لئے پاکیزگی اور صفائی ہے اور تیرے ربّ کے لئے تقویٰ ہے۔

(بخاری ص ۵۲۴، ج ۱، کتاب المناقب، باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان، نور محمد کراچی)

۲۔ عن جبير بن مطعم أنه كان جالساً مع ابن عمر اذ مر فتى شاب عليه حلة صنعانية يجرها مسبل قال: يا فتى هلم قال له الفتى: ما حاجتك يا أبا عبد الرحمٰن قال: ويحك أتحب أن ينظر الله اليك يوم القيامة قال: سبحان الله وما يمنعني أن لا أحب ذلك قال: سمعت رسول الله ﷺ [يقول] لا ينظر الله الى عبد يوم القيامة يجر ازاره خيلاء قال: فلم ير ذلك الشاب الا مشمراً حتى مات بعد ذلك اليوم۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۴)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان صنعانی لباس پہنے ازار کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے گزرا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے نوجوان یہاں آؤ! اس نے کہا: اے ابو عبد الرحمن کیا بات ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو برباد ہو، کیا تجھے پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے نظرِ رحمت سے دیکھے؟ اس نوجوان نے کہا: پاک ہے اللہ۔ مجھے کس نے منع کیا ہے کہ میں اسے پسند نہ کروں؟ تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بندے کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا جو اپنے ازار کو تکبراً گھسیٹتا ہو۔ پھر اس نوجوان کو مرتے دم تک اپنے ازار کو اونچا رکھتے دیکھا گیا۔

عن أبي الحجاج بن سعيد الثقفي عن رجل من قومه قال: مر برسول الله ﷺ رجل يجر ازاره فقال رسول الله ﷺ: ارفع ازارك فان الله عز وجل لا يحب المسبلين فقال: ان بساقي حموشة فقال رسول الله ﷺ: ما بازارك أقبح ما

بساقك۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۴۶)

ترجمہ: حجاج بن سعید ثقفی اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کے پاس سے اپنا ازار لٹکائے ہوئے گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنا ازار اونچا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ازار لٹکانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس شخص نے کہا میری پنڈلی میں زخم ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: جو برائی تیرے ازار لٹکانے میں ہے وہ تیرے پنڈلی کے زخم سے زیادہ بری ہے۔

۳۔ أخبرنا أبو بكر الفارسي أنا أبو اسحاق الأصبهاني ثنا أبو أحمد بن فارس ثنا محمد بن اسماعيل قال: وقال خطاب الحمصي ثنا بقية عن مسلم بن زياد قال: رأيت أربعة من أصحاب النبي ﷺ أنس بن مالك وفضالة بن عبيد وأبا المنيب وفروخ بن سيار بن فروخ يرخون العمائم من خلفهم وثيابهم الى الكعبين۔

(شعب الایمان، ج ۵، ص ۱۷۶)

ترجمہ: مسلم بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے چار اصحاب، حضرت انس بن مالک، حضرت فضالہ بن عبید، حضرت ابو منیب، اور فروخ بن سیار بن فروخ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، کو دیکھا کہ وہ اپنے عمامے (کے شملے) اپنی پیٹھ پر ڈالتے اور اپنے ازار کو ٹخنوں تک رکھتے۔

عن الأشعث بن سليم عن عمته عن عمها قال: بينما أنا أمشي في سكة من سكك المدينة اذ ناداني انسان من خلفي: ارفع ازارك فانه أتقى وأنقى قال: فنظرت فاذا هو رسول الله ﷺ فقلت: يا رسول الله انما هي بردة كلحاء قال: أما لك فيّ أسوة فنظرت فاذا ازاره الى نصف ساقه۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۱۵۰)

حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مدینہ طیبہ میں چل رہا تھا کہ اچانک کسی نے پیچھے سے آواز دے کر مجھے کہا "ارفع ازارك فانه اتقى و ابقى" اپنی چادر کو اوپر اٹھاؤ کیونکہ

اس میں (تیرے دل کی تکبر سے) زیادہ صفائی اور (تیرے کپڑے کی) بقاء ہے، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ (آواز دینے والے) رسول اللہ ﷺ تھے، میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! یہ ایک ہلکی اور کم قیمت چادر ہے (لہٰذا اگر نیچے لگ کر ضائع بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ کے لئے میرے طرزِ حیات میں نمونہ نہیں؟ میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کا ازار مبارک نصف پنڈلی تک اٹھا ہوا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **دخل شابٌ علیٰ عمر، فجعل الشاب یثنی علیہ، قال: فرآہ عمر یجر ازارہٗ، فقال: لہ: یا ابن أخی، ارفع ازارک، فانّہ اتقیٰ لربک وانقٰی لثوبک، قال: فکان عبد اللہ یقول: یا عجباً لعمر أن رأی حق اللہ علیہ، فلم یمنعہ ما ھو فیہ أن تکمل بہ۔**

(مصنف ابن ابی شیبۃ حدیث ۲۵۳۱۲ کتاب اللباس باب فی جرّ الازار وما جاء فیہ، ومکتبۃ امدادیۃ ملتان ج۶ ص۲۷ رقم ۱۰)

ایک نوجوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرنا شروع کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ اس نے اپنے ازار کو (ٹخنے سے نیچے) لٹکایا ہوا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: اے میرے بھائی کے بیٹے! اپنے ازار کو اوپر کرو، یہ تمہارے رب کے نزدیک تقویٰ میں بہتر اور تمہارے کپڑے کے لئے زیادہ صفائی کا باعث ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی عجیب شخصیت تھی کہ اگر اپنے اوپر اللہ کا حق دیکھتے تھے تو ان کو وہ چیز جو ان کے اندر تھی (یعنی کسی کی تعریف وغیرہ کرنا) اللہ کے حق کی ادائیگی میں کلام کرنے سے مانع نہیں ہوتی تھی ایک اور روایت میں ہے۔

عن خرشۃ بن الحر قال: رأیت عمر بن الخطاب ومر بہ فتی قد أسبل إزارہ وھو یجرہ، فدعاہ فقال لہ: أحائض أنت؟ قال: یا أمیر المؤمنین! وھل یحیض الرجل؟ قال: فما بالک قد أسبلت إزارک علی قدمیک، ثم دعا بشفرۃ ثم جمع طرف إزارہ فقطع ما أسفل الکعبین، وقال خرشۃ: کأنی أنظر إلی الخیوط علی عقبیہ۔

ترجمہ: حضرت خرشہ بن الحر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ان کے پاس سے ایک نوجوان گزرا جس کا تہبند گھسٹ رہا تھا اور وہ اسے گھسیٹے جا رہا تھا تو آپ نے اسے بلا کر کہا: کیا (عورتیں کی مخصوص بیماری) حیض سے ہو؟ اس نے کہا: امیر المومنین! کیا مرد کو بھی حیض آتا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو کیا وجہ ہے کہ تم نے اپنا ازار اپنے پیروں پر ڈال رکھا ہے۔ پھر چھری منگوائی اور اس کا ازار مٹھی میں پکڑ کر ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دیا، خرشہ فرماتے ہیں: گویا میں دھاگوں کو اس کی ایڑیوں پر دیکھ رہا ہوں۔

(جامع الاحادیث، رقم ۳۰۰۵۸: بیہقی، کنز العمال، رقم ۴۱۸۸۷: ج۱۵، ص۲۰۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شارح بخاری لکھتے ہیں:

ان الاسبال یستلزم جر الثوب وجر الثوب یستلزم الخیلاء ولو لم یقصد اللابس الخیلاء ویؤید ما رواہ ابن عمر مرفوعا الی النبی ﷺ قولہ: وایاک وجر الازار فان جر الازار من المخیلۃ۔ (فتح الباری، ص۳۷۷ ج۱۲ کتاب اللباس، مکتبہ مصطفیٰ البابی مصر)

یعنی اسبال کے ساتھ کپڑے لٹکانا لازم ہے اور کپڑے لٹکانے کے ساتھ تکبر لازم ہے اگرچہ کپڑے پہننے والے کی نیت تکبر کی نہ ہو اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ ﷺ سے مرفوع روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تہبند (شلوار وغیرہ) لٹکانے سے بچو کہ یہ تکبر کی علامت اور نشانی ہے۔

حضرت جابر بن سلیم کی روایت کردہ حدیث میں ہے : قال النبی ﷺ ایاک واسبال الازار فان اسبال الازار من المخیلة ولا یحبها الله۔ آپ ﷺ نے فرمایا : تہبند (شلوار وغیرہ) لٹکانے سے بچو کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری لکھتے ہیں :قال ابن العربی :لا یجوز للرجل ان یجاوز بثوبه کعبه ویقول لا اجرّہ خیلاء لان النهی قد تناوله لفظا ولا یجوز لمن تناوله اللفظ حکما ان یقول لا امتثله لان تلک العلة لیست فیّ فانها دعویٰ غیر مسلمة بل اطالته ذیله دالة علی تکبرہ۔ ابن عربی نے کہا : کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے کپڑوں (شلوار وغیرہ) کو ٹخنوں سے نیچے رکھے اور یہ کہے کہ میں اس کو تکبر کی نیت سے نہیں لٹکاتا کیونکہ ممانعت اس کو بھی لفظاً شامل ہے، اور ہر اس شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ جس کے کسی کام کے ساتھ ممانعت لفظی طور پر شامل ہو کہے کہ میں اس ممنوع کام کا مرتکب نہیں ہوں کیونکہ مجھ میں ممانعت کی وہ علت نہیں پائی جاتی (اس کہنے کے باوجود) اس کا یہ دعویٰ باطل اور غیر تسلیم شدہ ہے بلکہ اس کا اپنے کپڑوں (شلوار وغیرہ) کو ٹخنوں سے نیچے سے لٹکانا اس کے تکبر (متکبر ہونے) کی علامت ہے۔

درج بالا دلائل سے معلوم ہوا آپ ﷺ نے تہبند (شلوار وغیرہ) کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کو تکبر کی نشانی قرار دیا اگر چہ اس کی نیت تکبر کی نہ ہو اور آپ ﷺ نے اس فعل کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ناپسندیدہ قرار دیا اگر چہ متکبرین دعویٰ کریں کہ ہمارے دل میں تکبر نہیں ہے۔

مسند احمد میں حدیث ہے :عن عمرو بن شرید قال ابعد (ابصرہ من بعد) رسول الله ﷺ رجلا یجر ازارہ فأسرع الیه او هرول فقال :ارفع ازارک واتق الله قال انی احنف تصطک رکبتای، فقال :ارفع ازارک فان کل خلق الله عزوجل حسن فما رؤی ذلک الرجل بعد الا ازارہ یصیب انصاف ساقیه او الی انصاف ساقیه۔

(مسند احمد، فتح الباری، ص۳۷۸ ج۱۲، کتاب اللباس، مکتبہ مصطفیٰ البابی مصر)

عمر بن شرید نے کہا آپ ﷺ نے ایک آدمی کو دور سے دیکھا جو اپنے ازار (تہبند) کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکائے ہوئے جا رہا تھا آپ ﷺ اس کی طرف دوڑ کر گئے اور فرمایا۔ اپنے تہبند کو اونچا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس نے کہا میرے پاؤں ٹیڑھے (بدصورت) ہیں اس سے میرے گھٹنے چھپ جاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ازار کو اونچا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق (انسان) خوبصورت ہے، اس کے بعد وہ آدمی جب بھی دیکھے گئے تو ان کا ازار آدھی پنڈلی تک ہوا کرتا تھا۔

درج بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اس صحابی سے مخاطب ہو کر یہ نہیں فرمایا: کیا تم تکبر کی نیت سے اس طرح کرتے ہو؟ اگر وہ جواب دیتے کہ ہاں تو آپ ﷺ اس کو منع فرماتے ورنہ رخصت عطا فرماتے کہ جب تکبر نہیں تو ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے میں کوئی حرج نہیں، حالانکہ اس حدیث میں صراحتاً موجود ہے کہ اس صحابی نے تکبر کی نفی فرما کر پاؤں کی بدصورتی کی علت کا تذکرہ کیا مگر پھر بھی آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ اپنے ازار کو ٹخنوں سے اونچا رکھو، اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ شلوار کو مطلقاً ٹخنوں سے نیچے رکھنا تقویٰ کے منافی اور ممنوع ہے۔

مفتی ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی صحیح بخاری کے باب "من جر ثوبه من الخیلاء" کے تحت لکھتے ہیں : نسائی اور ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضور نے یہ فرمایا جو اپنے کپڑے کو براہ تکبر گھسیٹے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا، چونکہ حدیث میں لفظ "من" عام تھا جو مرد عورت دونوں کو شامل ہے تو اس سے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سمجھا کہ عورتیں بھی اس میں داخل ہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ عورتیں اپنے دامنوں کے ساتھ کیا کریں؟ فرمایا ایک بالشت لٹکائیں، عرض کیا کہ اتنے سے ان کے قدم کھل جائیں گے؟ فرمایا ایک ہاتھ لٹکائیں اس سے زیادہ نہ کریں۔

یہاں ایک بات یہ قابل غور ہے کہ عورتیں اپنے دامن کو تکبراً نہیں لٹکاتی تھیں بلکہ اپنے قدموں کو چھپانے کے لئے لٹکاتی تھیں جو فرض ہے تو اگر ازار کا تکبراً ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ممنوع ہوتا تو ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس سوال کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی، اس سے سمجھ میں آیا کہ ٹخنوں کے نیچے تہبند لٹکانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ براہ تکبر نہ ہو جیسا کہ علامہ نووی نے افادہ فرمایا۔

(نزہۃ القاری ص ۵۱۹، ج ۵، کتاب اللباس فرید بک اسٹال لاہور)

اب دور حاضر میں فیشن اور فخر سے شلوار کو ٹخنوں سے نیچے رکھنے والے اہل علم وعوام نے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیر اختیاری فعل کو اپنے لئے دلیل بنالیا ہے یہ بھی ان لوگوں کے تکبر کی ایک بہت بڑی نشانی ہے کیونکہ اگر ان لوگوں کو ثواب کمانا ہوتا اور شریعت پر چلنے میں خوشی محسوس کرتے تو ان تمام دلائل کو مدنظر رکھتے جن میں آپ ﷺ کا عمل اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل اور ایک دوسرے کو تہبند اور شلوار اونچا کرنے کا حکم موجود ہے، اور علامہ مفتی ہند مفتی شریف الحق امجدی صاحب کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مطلقاً ممنوع ہے نہ کہ تکبر کی نیت ہے۔

آدھی پنڈلی تک تہبند (شلوار وغیرہ) اونچا کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا فرشتوں کی سنت ہے :
دور حاضر میں کپڑے لٹکانے والے حضرات اپنے تکبر کو برقرار رکھنے اور سنت نبوی ﷺ کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے لئے یہ جواز ڈھونڈتے ہیں کہ شلوار کو آدھی پنڈلی تک اٹھانا اچھا نہیں لگتا اور یہ اس لئے مکروہ ہے کہ جب کوئی اس حال میں دنیاوی اشراف کے پروگراموں میں ان کے سامنے نہیں جاسکتا تو اس لباس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا بھی نامناسب اور مکروہ ہے حالانکہ ان لوگوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ جس لباس کو یہ لوگ مکروہ اور بدمذہب سے مشابہ قرار دیتے ہیں عین وہی لباس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے فرشتوں کا لباس ہے۔

محدث شہیر علامہ علاء الدین علی المتقی الہندی لکھتے ہیں :**عن بریدة قال قال رسول الله**

ﷺ :اتزروا کما رأیت الملائکة تتزر عند رب العالمین، قالوا :کیف تتزر الملائکة عند رب العالمین؟قال الی انصاف سوقها۔

ترجمہ :حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا :اس طرح تہبند (شلوار وغیرہ) باندھا کرو جس طرح میں نے فرشتوں کو رب العالمین کی بارگاہ میں باندھے دیکھا ہے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا فرشتے کیسے ازار باندھے ہوئے تھے؟ فرمایا : آدھی پنڈلی تک۔

عن عبد الله بن عبيد بن عمير قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لأصحابه ارفعوا أزركم ارفعوا ارفعوا قال فرفعوها إلى ركبهم ثم قال اخفضوا اخفضوا اخفضوا فخفضوها إلى أنصاف سوقهم ثم قال إني رايت الملائكة ولباسهم هكذا أو أزرهم هكذا۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا: اپنے تہبندوں کو اونچا کرو، اونچا کرو، راوی فرماتے ہیں کہ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے گھٹنوں تک اونچے کر لیے، پھر فرمایا : نیچے کرو، نیچے کرو، تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی نصف پنڈلیوں تک کر لیے، پھر فرمایا :میں نے فرشتوں کو اور ان کے لباس کو اسی طرح دیکھا یا ان کے تہبندوں کو اسی طرح دیکھا۔

(مصنف عبد الرزاق، باب اسبال الازار، رقم ۲۰۱۵۹ :، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

متکبرین کے لئے آنسو بہانے کا مقام عبرت : درج بالا حدیث کو دیکھ کر وہ حضرات (علماء و خواص) اپنے کئے اقوال و اعمال پر پشیمان و رنجیدہ ہو کر سر بسجود ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کریں۔ جنہوں نے آج تک سنت نبوی ﷺ کی مخالفت بھی کی اور دوسروں کے لئے بھی مانع رہے اور اپنے عمل اور اپنے عمل کے درست ہونے کے دلائل بھی دیئے جو کہ محض باطل

ہیں حالانکہ یہی لباس جس کو یہ اہل علم باعث شرم و عار سمجھتے ہیں عین یہی لباس اللہ تعالیٰ کے نورانی و معصوم فرشتوں کا لباس ہے اور بارگاہ خداوندی کے شایان شان بھی یہی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا ہی لباس نصیب فرمائے۔ آمین۔

سنت لباس

شیخ ابوالمحاسن رکن الاسلام مفتی محمد بن ابو بکر حنفی المعروف، امام زادہ سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ قَمِيصًا كُمَّهُ إِلَى الرُّسْغِ وَ يَلْبَسُ قَمِيصًا ذَيْلُهُ فَوْقَ الْكَعْبَيْنِ، مُسْتَوِيَ الْكُمَّيْنِ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ، فَعَلَى هَذَا تَقْصِيرُ الثِّيَابِ سُنَّةٌ۔

ترجمہ: اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی قمیص پہنتے اس کے بازو کلائی تک پہنتے، اور قمیص پہنتے اس کا دامن ٹخنوں کے اوپر ہوتا، بازو اپنی انگلیوں کے کناروں کے برابر رکھتے تھے، اسی وجہ سے کپڑوں کا لمبا نہ کرنا سنت ہے۔

(شرعۃ الاسلام، فصل فی سنن اللباس واجبہ، ص ۱۴۱، دارالبشائر الاسلامیہ، بیروت، بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ، السادس والثلاثون الوقحۃ قلۃ الحیاء، ج ۳، ص ۵۷، مکتبۃ العلوم الدینیۃ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

حضرت علامہ قطب العارفین غوث الواصلین ابوسعید خادمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

(تَقْصِيرِ الثِّيَابِ) إِذِ السُّنَّةُ جَعْلُهَا لِأَنْصَافِ السَّاقِ، وَهُوَ مُبَاحٌ إِلَى الْكَعْبِ وَمَا جَاوَزَهُ حَرَامٌ مَعَ الْخُيَلَاءِ مَكْرُوهٌ عِنْدَ فَقْدِهَا۔

ترجمہ: (کپڑوں کو لمبا نہ کرنا) اس کو جب نصف پنڈلی تک بنانا سنت ہے، اور یہ ٹخنے تک جائز ہے اور تکبر کے ساتھ ٹخنے سے نیچے لٹکانا حرام ہے، بغیر تکبر کے مکروہ ہے

(بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ، السادس والثلاثون الوقحۃ قلۃ الحیاء، ج ۳، ص ۵۷، مکتبۃ العلوم الدینیۃ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

کیا شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنا وہابیوں کی نشانی ہے؟

دور حاضر کے وہ اہل علم و عوام جو فیشن یا فخر کی وجہ سے شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکاتے ہیں، استفسار کے بعد فرماتے ہیں کہ چونکہ اس طرح کرنا وہابیوں، دیوبندیوں کا طرز عمل ہے اس لئے ہم ان کی مشابہت سے بچنے کے لئے ایسا کرتے ہیں کیونکہ حدیث میں بدمذہبوں کی مشابہت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، اب ہم اس بات کی ذرا وضاحت کرتے ہیں کہ کسی بدمذہب سے کن چیزوں میں تشبیہ ممنوع ہے اور کن میں جائز، اور آیا ان متکبرین کا ایسا کہنا کہاں تک درست ہے، اور اس تشبیہ کے علاوہ ان متکبرین میں کوئی اور ایسے اعمال ہیں کہ جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں حالانکہ وہ کسی بدمذہب کی نشانیاں بھی ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے: **عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ من تشبہ بقوم فھو منھم۔** یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا آپ ﷺ نے فرمایا: جو کسی قوم سے مشابہت کرے گا تو وہ ان ہی میں سے ہوگا۔

اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں: یعنی جو شخص دنیا میں کفار، فاسق و بدکار کے سے لباس پہنے ان کی سی شکل بنائے کل قیامت میں ان کے ساتھ اٹھے گا، اور جو متقی مسلمانوں کی سی شکل بنائے ان کا لباس پہنے وہ کل قیامت میں ان شاء اللہ متقیوں کے زمرے میں اٹھے گا۔

(مرأت شرح مشکوٰۃ، ج ۶ کتاب اللباس، الفصل الثانی، نعیمی کتب خانہ گجرات)

کن چیزوں میں تشبیہ ممنوع اور حرام ہے:

''امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منح الروض میں فرماتے ہیں: **انا ممنوعون من التشبیہ بالکفرۃ واھل البدعۃ المنکرۃ فی شعارھم لا منھیون عن کل بدعۃ ولو کانت مباحۃ سواء کانت من افعال اھل السنۃ او من افعال الکفر واھل البدعۃ فالمدار علی الشعار۔**

''ہمیں کافروں اور منکر بدعات کے مرتکب لوگوں کے شعار کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے ہاں اگروہ

بدعت جو مباح کا درجہ رکھتی ہو اس سے نہیں روکیا گیا، خواہ وہ اہل سنت کے افعال ہوں یا کفار اور اہل بدعت کے، لہٰذا مدارِ کار شعار ہونے پر ہے۔

اس تحقیق سے روشن ہو گیا کہ تشبہ وہی ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شے ان بدمذہبوں کا شعار خاص یا فی نفسہ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔" (فتاویٰ رضویہ، ص ۵۳۴-۳، ج ۲۴، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں :

مسئلہ : جو ہیئت، جو لباس کفار کی مذہبی علامت ہے وہ مسلمان کے لئے کفر ہے، جیسے پیشانی پر قشقہ لگانا یا سر پر چوٹی رکھنا یا کان میں جنیئو باندھنا یا گلے میں عیسائیوں کی سی صلیب ڈالنا اور جو ہیئت و لباس کفار کی قومی علامت ہے وہ مسلمانوں کے لئے حرام ہے جیسے ہندوانی دھوتی یا عیسائیوں کا ہیٹ ونیکر، اس حدیث کا یہ ہی مطلب ہے۔

(مرات شرح مشکوٰۃ، ص ۱۱۰، ج ۵ کتاب اللباس، الفصل الثانی نعیمی کتب خانہ گجرات)

مفتی شاہ محمد اجمل قادری لکھتے ہیں "درمختار اور البحر الرائق میں ہے:

التشبہ بھم لا یکرہ فی کل شیء بل فی المذموم و ما یقصد بہ التشبہ۔ اور شرح فقہ اکبر میں ہے :فانا ممنوعون من التشبہ بالکفرۃ و اھل البدعۃ المنکرۃ فی شعارھم لا منھیون عن کل بدعۃ و لو کانت مباحۃ سواء کانت من افعال اھل السنۃ او من افعال الکفرۃ و اھل البدعۃ فالمدار علی الشعار۔ لہٰذا کفار کے ساتھ ہر بری بات میں اور جو ان کا شعار ہو اس میں تشبہ بقصد مشابہت ممنوع ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(فتاویٰ جمیلیہ ص ۵، کتاب الحظر والاباحۃ، شبیر برادرز)

درج بالا علماء کے اقوال سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کی مشابہت اس وقت اور ان چیزوں میں کفر یا حرام ہے جب وہ مشبہ بہ کسی کافر و گمراہ فرقے کی مذہبی یا قومی علامت ہو اور وہ ان کے منشور

میں درج ہو، اور اگر ایسی کوئی بات نہ ہو تو کسی اور شخص کو قیاس مع الفارق کر کے کسی پر الزام لگانا بھی کوئی کم جرم نہیں ہے۔

ٹخنوں سے نیچے شلوار رکھنا منافقین کی نشانی ہے نہ کہ ٹخنوں سے اوپر شلوار رکھنا بدمذہبوں کی نشانی ہے : ٹخنوں سے نیچے شلوار رکھنے والے حضرات حدیث "من تشبہ بقوم فھو منھم" کو سامنے رکھ کر اپنی قیاس آرائیوں کے ذریعے سنت نبوی ﷺ اور سنت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بدمذہبوں کی تشبیہ قرار دے کر اپنے نفس کی غلامی پر خوش ہو رہے ہیں مگر اس حدیث کی طرف التفات تک نہیں فرماتے کہ جس میں شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کو منافقین کی علامت قرار دیا ہے۔

محدث شہیر علامہ علاء الدین علی المتقی الھندی لکھتے ہیں : -علامۃ المنافق تطویل سراویلہ فمن طول سراویلہ حتی یدخل تحت قدمیہ فقد عصی اللہ و رسولہ، و من عصی اللہ و رسولہ فلہ نار جھنم۔ منافق کی نشانی یہ ہے کہ اس کی شلوار لمبی ہوگی، جس نے اپنی شلوار اتنی لمبی سلوائی کہ وہ قدموں کے نیچے داخل ہو جاتی ہو تو اس نے اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی، اور جس نے اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی، اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔

(کنز العمال، ص ۳۱۷، ج ۱۵، الفصل الثانی فی محظورات اللباس، الاکمال، البیروت)

معلوم ہوا کہ آج کل جو خواص و عوام فیشن اور فخر کے لئے جو لمبی لمبی شلواریں سلواتے ہیں تو یہ اللہ و رسول ﷺ کی نافرمانی اور دوزخ میں جانے کا سامان ہے۔

کیا شلوار ٹخنوں سے اونچی رکھنا آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت نہیں؟

ٹخنوں سے نیچے شلوار رکھنے والے حضرات کا بظاہر یہ کہنا کہ چونکہ شلوار کو اونچی رکھنے میں وہابیوں سے تشبیہ آتی ہے اس لئے ہم اس سے قاصر ہیں (حالانکہ دل میں فخر اور فیشن کی بات ہوتی ہے جو ان کے طرز عمل سے معلوم ہو رہا ہے) تو کیا ان لوگوں کو اتنی تعداد میں درج بالا دلائل معلوم نہیں کہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شلوار کو ٹخنوں سے اونچی رکھنا کسی بدمذہب قوم کی نشانی یا شعار نہیں

بلکہ ہمارے آقا و جہان محمد عربی ﷺ اور آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبوب سنت اور حسین ادا ہے، اور یہی عمل ان کی طرف سے مامور بہ بھی ہے جیسا کہ دلائل سے معلوم ہو چکا ہے، اس کے باوجود بھی اگر کوئی اس محبوب سنت کو کسی بدمذہب کی نشانی قرار دیتا ہے تو از روئے شریعت اس کا ایمان ضرور خطرے میں ہے، اور کسی گمراہ شخص کا کسی سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کی وجہ سے مسلمانانِ عالم اسلام کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ سنت مصطفیٰ ﷺ کو ترک کریں ورنہ آپ ﷺ کی سنت مبارکہ تو کیا احکام خداوندی پر بظاہر بہت سے گمراہ اور بے دین لوگ مسلمانوں سے بڑھ کر عامل ہیں تو کیا ان کی وجہ سے ہم فرائض کو بھی ترک کریں گے؟

درج بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی سنت کو کسی ناپسند گروہ یا جماعت کی مخالفت کی نیت سے کار ثواب سمجھ کر ترک کرے گا تو اس کا مرتکب جاہل، بدترین قسم کا بدعتی اور گمراہ ہے، اور اس عمل کے مرتکب علماء و خواص اور عوام سب کی نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے اور ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے علی الاعلان مکروہ کام کی وجہ سے توبہ بھی علی الاعلان کریں۔

متکبرین پر ایک الزامی سوال: ٹخنوں سے نیچے شلوار رکھنے والے حضرات کے اس قول پر کہ ہم دیوبندیوں اور وہابیوں کے ساتھ تشبیہ سے بچنے کے لئے اس مکروہ کام کا ارتکاب کر کے خلاف سنت سنی کہلانے پر فخر تو کرتے ہیں مگر ان کی مشابہت نہیں کریں گے تو ان حضرات سے التماس ہے کہ کتب احادیث و سیرت میں آپ ﷺ کے موئے مبارک کی تین قسمیں بیان ہوئی ہیں (لمہ، جمہ، وفرہ) تو آج کل کے اہل علم حضرات کے جو سر کے بال آپ ﷺ کے موئے مبارک کی تین قسموں سے خارج ہیں تو یہ کس کی سنت اور طریقہ ہے کیونکہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اکثر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے موئے مبارک تو ان تین قسموں کے اندر اندر تھے۔ تو کیا اس وقت ان کو حدیث "**من تشبہ بقوم فھو منھم**" یاد نہیں رہتی کہ انگریزوں (غیر مسلموں) کے طرز پر بال رکھ کر فرائض و واجبات ادا کرتے ہیں تو کیا اس تشبیہ سے ان کی نمازوں، دیگر اعمال اور عشق مصطفی ﷺ کے دعوؤں میں

کوئی کراہت اور نقصان نہیں آتا حالانکہ عشق و محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی ہر ادا محب اور عاشق کے لئے تسکین کا سامان ہے۔

غیر اسلامی (انگریزی) بال رکھنا کفار اور فساق سے تشبیہ کی بناء پر ممنوع و ناجائز ہے:

امام احمد رضا خان محدث بریلوی لکھتے ہیں: بالوں کی نسبت شرع مطہر میں دو طریقے آئے ہیں: ایک یہ کہ سارے سر پر رکھیں اور مانگ نکالیں، یہ خاص سنت حضور سید المرسلین ﷺ کی ہے، حج و حجامت یعنی پچھنوں کی ضرورت کے سوا حضور والا ﷺ سے حلق ثابت نہیں، حضور ﷺ نے دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اس مدت میں صرف تین بار یعنی سال حدیبیہ و عمرۃ القضاء و حجۃ الوداع میں حلق، **علی ما نقلہ علیٰ القاری فی جمع الوسائل عن بعض شراح المصابیح**، (جیسا کہ ملا علی قاری نے مصابیح کے بعض شارحین سے جمع الوسائل میں نقل کیا ہے) دوسرے یہ کہ سارا سر منڈائیں، یہ حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی عادت تھی وہ جناب بخوف کہ مبادا نہانے میں کوئی بال پانی بہنے سے باقی نہ رہ جائے حلق فرمایا کرتے، ان کے سوا جتنے طریقے ہیں سب خلاف سنت، اور یہ نئی نئی تراشیں مثلاً ایک ایک انگل کے بال رکھنا جب اس سے بڑھیں کتروا دینا یا آگے سے بڑے پیچھے سے کترے ہوئے۔۔۔۔۔۔ یہ باتیں مخالف سنت و خلاف وضع صلحائے مسلمین ہونے کے علاوہ ان میں اکثر اقوام کفار کی ایجاد ہیں جن کی مشابہت سے مسلمانوں کو بچنا چاہیئے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۷۷، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مفتی جلال الدین احمد امجدی لکھتے ہیں: انگریزی اور پپی کٹ بال رکھنا مکروہ و ناجائز ہے کہ کافروں اور فاسقوں کا طریقہ ہے، وھو تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی فیض الرسول ص ۵۵۶، ج ۲ شبیر برادرز لاہور)

درج بالا عبارات اہلسنت بلکہ امام اہلسنت سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں اور وہابیوں سے تشبیہ کی رٹ لگانے والے اہل علم و تصوف کا عمل بالوں کے حوالے سے کس کے مشابہ ہے؟ آیا سید

المرسلین ﷺ یا مولی علی رضی اللہ عنہ کے یا پھر ان حضرات اور اسلام دشمن کافر اقوام کے؟ کیا ان حضرات کو اس طرح بال رکھتے ہوئے یہ تشبیہ یاد نہیں رہی کہ اس طرح بال رکھنا بقول محدث بریلوی ''مخالف سنت و خلاف وضع صلحائے مسلمین ہونے کے علاوہ ان میں اکثر اقوام کفار کی ایجاد ہیں'' جبکہ شلوار کو ٹخنوں سے اونچا رکھنے میں کسی کفار کی تشبیہ لازم نہیں آتی بلکہ عین سنت آقا دو جہان ﷺ اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے۔

محبوبان خدا کی نقل اتارنے والوں کو اللہ تعالیٰ نجات عطاء فرماتا ہے :

دلائل کثیرہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شلوار کو ٹخنوں سے اونچا رکھنا امام الانبیاء محمد عربی ﷺ اور آپ ﷺ کے محبوب و محب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت ہے تو اس پر عمل کرنا ہی مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیئے نہ کہ کسی شخص کی وجہ سے اس کی مخالفت کرنا، کیونکہ کسی گمراہ شخص کا کسی سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے سے وہ سنت گمراہی میں تبدیل نہیں ہوتی بلکہ وہ گمراہ شخص بھی اللہ والوں کی اس ادا پر عمل کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں آکر ظاہری نجات پالیتا ہے اور کبھی کبھی وہ نجات معنوی کا بھی سبب بن جاتا ہے اگر چہ کہ اس کی نیت اللہ والوں کی نقل اتارنے کی ہو۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے تشبہ والی حدیث کی شرح میں ایک واقعہ لکھا ہے، لکھتے ہیں :

وقد حکی حکایة غریبة و لطیفة عجیبة، وھی انه لما اغرق اللہ سبحانه فرعون و آله و لم یغرق مسخرته الذی کان یحاکی سیدنا موسیٰ علیه الصلوة و السلام فی لبسه و کلامه و مقالاته فیضحک فرعون و قومه من حرکاته و سکناته، فتضرع موسیٰ الی ربه : یا رب ھذا کان یؤذینی اکثر من بقیة آل فرعون، فقال الرب تعالیٰ : ما اغرقناه فانه کان لابسا مثل لباسک، و الحبیب لا یعذب من کان علی صورت الحبیب۔

ترجمہ : حکایت : غرق فرعون کے دن سارے فرعونی ڈوب گئے مگر فرعونیوں کا بہروپیا بچ گیا، موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی : مولیٰ یہ کیوں بچ گیا؟ فرمایا : اس نے تمہارا روپ بھرا

ہوا تھا اور ہم محبوب کی صورت والے کو بھی عذاب نہیں دیتے۔

(مرقاۃ المفاتیح، ص ۱۵۵ ، ج۸، کتاب اللباس، الفصل الثانی، حقانیہ پشاور)

یہی واقعہ روح البیان جلد ۴ ص ۱۳۷ پر تفصیلاً مروی ہے۔

مسلمان کو چاہیئے کہ نماز روزے وغیرہ عبادات میں اچھوں خصوصاً اچھوں سے اچھے یعنی محبوب ﷺ کی نقل کرنے کی نیت کرے، دل لگے یا نہ لگے شکل تو حضور کی سی بن جاتی ہے۔

(مرات شرح مشکوۃ ج ۶ ص ۱۱۰، کتاب اللباس، الفصل الثانی نعیمی کتب خانہ گجرات)

تکبر اور وہابیوں سے تشبہ کی رٹ لگانے والوں کے لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نصیحت :

درج بالا واقعہ لکھنے کے بعد ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس واقعہ سے یوں نتیجہ اخذ فرماتے ہیں :

فانظر من کان متشبها بأهل الحق علی قصد الباطل حصل له نجاة صوریة و ربما ادت الی النجاة المعنویة فکیف بمن یتشبه بأنبیائه و اولیائه علی قصد التشرف و التعظیم و غرض المشابهة الصوریة علی وجه التکریم یعنی ان لوگوں کو دیکھیں کہ جو اہل حق (اللہ والوں) کی بری نیت سے نقل اتارتے ہیں پھر بھی ان کو ظاہری نجات ملتی ہے، اور کبھی کبھی یہ نجات ظاہری نجات معنوی (ہدایت) کا سبب بن جاتا ہے، تو لوگوں کا کیا حال ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء و اولیاء علیہم الصلوۃ و السلام کی نقل ان کی تعظیم اور شرافت کی نیت سے اتارتے ہیں اور انکی یہ ظاہری مشابہت تکریم کے لئے ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ ٹخنوں سے اوپر شلوار رکھنا محبوبانِ خدا اور خاص کر محبوبِ خدا ﷺ کا شیوہ اور عمل ہے (اگر چہ کہ اس پر کوئی بھی عمل کرے) اور جو مسلمان ان کی نقل اتارتے ہیں تو وہی لوگ ہدایت پر ہیں اور جو (دل نہ خواہد بہانہ بسیار کے طور پر) اس سنت پر عمل نہیں کرتے تو خود بھی اس سعادت سے محروم اور دوسروں کے سامنے محبوب ﷺ کے محبوب عمل کو مکروہ کی شکل میں پیش کرکے منع کرنے کی حیثیت سے ''مناع اللخیر'' کے زمرے میں داخل ہوتے ہیں۔

لہٰذا ٹخنوں سے نیچے شلوار رکھنے والوں کا یہ کہنا کہ ''ہم اس لئے شلوار کو ٹخنوں سے اونچا نہیں رکھتے ہیں کہ ہمارے دل میں تکبر نہیں ہے اور یہ بد مذہبوں کے ساتھ تشبیہ ہے'' اس قول کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ فرض محال اگر تکبر نہ بھی ہو تو پھر بھی شلوار کو ٹخنوں سے نیچے رکھنے کو فقہاء اسلام اور علماء اہل سنت نے مکروہ قرار دیا ہے۔ اور یہ وہ تشبیہ نہیں ہے جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے ورنہ یہ لوگ اپنے انگریزی اور فاسقوں کے مشابہ بال کاٹ کر بقول امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دو قسم شرعی بال (زلفیں رکھنے یا گنجا ہونے) پر عمل کر کے اپنے سنی ہونے کا عملی ثبوت دیں۔

اچھی نیت سے مکروہ کام غیر مکروہ اور مستحسن قرار دیا جاتا ہے : ٹخنوں سے نیچے شلوار رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ شلوار یا پینٹ کو نیفہ یا پائنچے سے موڑنا کف ثوب ہے اور یہ نماز کے لئے مکروہ ہے (اگرچہ ہم نے دلائل قاہرہ، باہرہ قویہ سے ان کا رد کر دیا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے یعنی اس طرح کوئی کراہت نہیں آتی جس سے نماز واجب الاعادہ ہو) تو ہم تھوڑی دیر کے لئے ان کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں کہ شلوار یا پینٹ کو نیفہ یا پائنچے سے موڑنا مکروہ ہے لیکن ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں اور کوئی بھی معلوم کر سکتا ہے کہ اس طرح عمل کرنے والا یہ کام کیوں کرتا ہے؟ وہ اس لئے کرتے ہیں کہ یہ طرز سادگی کا ہے اور اس میں اس حرام اور مکروہ تحریمی کام (لباس کا ٹخنوں کے نیچے ہونا جو جہنم کے عذاب کا سبب ہے) سے بچنا ہے اور اس سے ان کے دل میں خشوع کی نیت ہوتی ہے، اور یہ بھی فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ اگر کوئی کام مکروہ ہو تو اس کو اچھی نیت سے کرنے کی وجہ سے وہ کراہت ختم ہو جاتی ہے اور وہ کام مستحسن بھی قرار دیا جا سکتا ہے، بلکہ ان متکبرین خود بھی ٹخنوں سے نیچے شلوار لٹکانے کو عدم تکبر کی نیت کی وجہ سے مکروہ تحریمی سے مکروہ تنزیہی تک لے آئے۔

شرح وقایہ میں ہے : وصلوٰته حاسراً رأسه او للتهاون --- لا للتذلل۔ یعنی سستی اور بے رغبتی سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے نہ کہ عاجزی کے طور پر۔
(شرح وقایہ ص ۱۹۷، ج ۱، باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، المصباح لاہور)

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں : وتكره الصلاة وهو مكشوف الرأس --- لما فيه من ترك الوقار اذ لا يكره للتذلل والتضرع لله تعالىٰ ويستحب له ذلك۔ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں وقار کو ترک کرنا آتا ہے، اور عاجزی اور تواضع کے لئے مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔ (امداد الفتاح ص ۳۸۸، فصل فیما یکرہ فی الصلوۃ، صدیقی پبلشرز)

مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں : برہنہ سر نماز پڑھنا اگر بقصد عجز وانکسار نہ ہو تو مکروہ ہے۔
(فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۱۹۸ باب مکروہات الصلوٰۃ، مکتبہ رضویہ کراچی)

درج بالا فقہاء کرام کے علاوہ جم غفیر فقہاء احناف نے اس مسئلے کی وضاحت کی ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا اگرچہ مکروہ ہے مگر عاجزی، تواضع اور انکساری کی نیت سے مکروہ نہیں بلکہ مستحب اور مستحسن ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض دفعہ اگر کوئی شخص کسی مکروہ کو اچھی نیت سے کرے تو اس کی کراہت ختم ہو کر اس میں پسندیدگی آجاتی ہے۔ (یہ قاعدہ عام نہیں ہے کہ کوئی بھی اس کو کسی ایک مکروہ پر عمل کر دے جو کبھی ممدوح قرار نہیں دیا جا سکتا)۔

خلاصہ کلام :

الحاصل یہ کف ثوب اور لف ثوب نماز کے لئے مکروہ تحریمی نہیں ہے اور نہ ہی علاوہ نماز کے مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ فقہاء احناف کے ہاں کف ثوب کی تعریف میں داخل نہیں اور جس کو مکروہ قرار دیا گیا اس سے مراد یہ ہے کہ سجدہ کے لئے جاتے ہوئے کپڑوں کو اٹھایا جائے اور وہ بھی مذکورہ علتوں کی وجہ سے مکروہ ہے اور وہ بھی مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی، اور اگر وہ علتیں بھی ختم جائیں تو کراہت بھی ختم ہو جاتی ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اسی کیفیت میں نماز پڑھے گا تو اس کی نماز جائز اور صحیح ہے، مکروہ تحریمی یا واجب الاعادہ نہیں ہے، البتہ تکبر کی وجہ سے یا کسی ناپسندیدہ جماعت یا گروہ کی مخالفت کی وجہ سے شلوار وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے رکھنا اور اس کو کار ثواب اور اچھا عمل سمجھنا اور اسی حالت میں نماز پڑھنا ضرور ناجائز، گناہ، حرام، بدعت اور گمراہی ہے جس کی وجہ سے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ

ہے،لہٰذا اس عمل سے اجتناب واجب اور لازمی ہے۔

تمام مؤمن مسلمانوں سے گزارش ہے کہ شلوار پہننے میں اس بات کا اہتمام کریں کہ بجائے لمبی شلوار پہن کر اور بعد میں اسے اونچا کرنے کے، درزی سے کہہ کر شلوار چھوٹی سلوائیں تا کہ ٹخنے ہمیشہ کھلے رہیں۔ کیونکہ پاجامے یا شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا منافق ہے اور وہ دیدارِ خداوندی سے محروم ہوگا۔ اور ٹخنوں سے نیچے شلوار لٹکانے والے کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے ٹخنوں کو ننگے رکھنے کا خاص خیال رکھیں۔

حررہ

تراب اقدام الاولیاء

فقیر سید عبدالحق شاہ سیفی ترمذی

فہرست

اصدق المقال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ